الحضور والنظور

مصنف: مفکر اسلام ڈاکٹر علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

الحضور والنظور

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی. اما بعد

فقد قال اللہ تعالیٰ ذلکم اللہ ربکم خالق کل شیء لا الہ الا ھو۔

(قرآن کریم پ۲۴ المومن ع ۷، آیت ۶۲)

ترجمہ۔ وہ تمہارا رب ہے پیدا کرنے والا ہر چیز کا۔ کوئی عبادت کے لائق نہیں مگر وہ (ایک)

جب اللہ کے سوا ہر چیز مخلوق اور حادث ہے تو جاننا چاہیئے کہ مخلوق کی صفاتِ ذاتیہ کیا ہیں اور اشیاء محدثہ کے خواص کیا ہیں؟ — وہ خواص عالم ممکنات کی ہر چیز میں پائے جانے چاہئیں جس چیز پر بھی حدوث امکان کا داغ ہو وہ ان کے دائرہ سے باہر نہ پائی جائے۔

① اللہ تعالیٰ خود جوہر و عرض سے بالا ذات ہے نہ وہ جوہر ہے نہ عرض۔ ہر جوہر اور عرض کو اس کے حکم سے وجود ملا۔ دائرہ ممکنات میں جو چیز اپنی ذات سے قائم ہے وہ جوہر ہے اور جو کسی جوہر سے ظاہر ہو کر وجود پکڑے وہ عرض ہے۔ یہاں ہر چیز وہ قائم بالذات ہو یا قائم بالغیر مخلوق اور حادث ہے۔

② ہر مخلوق اور حادث چیز مکانی ہے اور جگہ گھیرتی ہے روشنی کا بھی ایک جسم ہے جب وہ سامنے ہو تو دن ہے وہاں نہ ہو تو رات ہے۔ جہاں جہاں رات ہو وہاں روشنی نہیں ہوتی اور جہاں جہاں دن ہو وہاں اندھیرا نہیں ہوتا۔ روشنی بھی مکانی چیز ہے اور جگہ گھیرتی ہے اور اندھیرا بھی اپنی حدود میں محدود ہے اور اس کا ایک اپنا جسم ہے وہ کتنا دور دراز تک پھیلا ہو۔ تاہم ایسی جگہیں بھی ہیں جہاں وہ نہیں وہاں روشنی ہے۔

③ ہر چیز جو جگہ گھیرے اس میں کوئی دوسرا جسم داخل نہیں۔ دو جوہری چیزیں ایک

وقت ایک جگہ ہے جہاں ہم بیٹھے ہیں وہاں اس روشنی کا جسم
نہیں وہاں ہمارا جسم ہے۔ وہاں سے ہم ذرا سا سرکیں تو اس جگہ فوراً روشنی آجائے گی۔ وہاں
کچھ بھی نہ ہو یہ نہیں ہو سکتا۔ خلاء محال ہے۔ اب دن ہے اس وقت بھی روشنی ہر جگہ نہیں جہاں
ہمارے اپنے اجسام ہیں یا دوسری مادی اشیاء ہیں وہاں یہ روشنی نہیں ہے وہاں یا ہم
ہوں گے یا روشنی (یا اندھیرا ہوگا) ایک جگہ ایک ہی جسم ہو سکے گا۔

(۴) ہر حادث اور مخلوق چیز زمانی ہے۔ ایک وقت تھا وہ موجود نہ تھی اور ایک وقت
آئے گا وہ اس حال میں نہ ہوگی۔ کوئی مخلوق دائم الزمان نہیں۔ نہ کوئی ایک مخلوق سرآن وسیع المکان
ہے کہ پورے دائرہ امکان میں ہر جگہ ہو یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ پورے عالم امکان میں وہ ایک
ہی مخلوق ہو اور اس کے سوا کچھ اور نہ ہو۔

(۵) ہر حادث اور مخلوق تغیر پذیر ہے۔ کوئی مخلوق ہمیشہ کے لیے ایک حال میں نہیں رہتی۔
کسی مخلوق کو زمان و مکان کی قید سے آزاد رکھ کر ہمیشہ ایک حال میں یقین کرنا اس کے حادث
اور مخلوق ہونے کی نفی کرنا ہے۔

(۶) جن چیزوں کو عالم امر سے وجود ملا (جیسے ارواح) ان میں بھی باہمی تداخل نہیں۔
جہاں ایک ہے وہاں دوسری نہیں۔ اس کا دائرہ عمل کتنا وسیع کیوں نہ ہو اور اسے کتنی سرعت
سیر کیوں نہ ملی سیر ہے یہ بھی کلیتہ امر الٰہی کے تحت ـــــ اسے صرف اس دخل و عمل کے سبب
لامکان کہتے ہیں۔ ورنہ جس پر زمانے کی گردش ہے۔ اس پر کسی نہ کسی پیرایہ میں مکان کی بھی
بندش ہے

یہ اشیاء محدثہ کے خواص ہیں جو ہر مخلوق میں چھوٹا ہو یا بڑا پوری ہدایت سے پائے
جاتے ہیں اور کوئی پڑھا لکھا آدمی ان قواعد کلیہ کا انکار نہیں کر سکتا۔ عالم امر کی ایجاد اور اس
کے انتقالات سب امر الٰہی کے تحت ہیں جس طرح عالم خلق اس سے ہے عالم امر بھی اسی سے
ہے۔ الا لہ الخلق والامر۔ (پ ۸ الاعراف آیت ۵۴)

آیئے اب مختلف الانواع مخلوقات پر اس اعتبار سے غور کریں۔

انسان اور جن

ایک جسم میں انسانی روح تھی اور انسانی شعور تھا۔ کوئی جن اس جسم میں داخل ہوا اس جسم کا پہلا انسانی شعور جاتا رہا۔ اب اس کے اندر سے جن بولتا ہے۔ انسان کا جسم اور جن کا جسم مختلف الانواع ہیں، اب ان میں اتحاد ہوا جن کی روح عرض کی طرح اس پر اتری۔ اب روح کا شعور اگر جن کا ہے تو اس وقت وہ جسم انسان کا نہیں، اور انسان کا ہے تو جن کا نہیں۔ جن گیا اور انسانی شعور لوٹ آیا تو اب وہ انسانی جسم ہوا۔

انسان اور فرشتے

حضرت جبریل علیہ السلام کا ایک اپنا جسم ہے جس کے ساتھ وہ فرشتوں میں رہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آپ کو آپ کی اصلی شکل میں دو دفعہ دیکھا ــــ پھر آپ عام طور پر حضورؐ کے سامنے انسانی شکل میں آتے رہے ــــ حضرت مریم کو بھی آپ انسانی شکل میں دکھائی دیتے تھے۔ متعدد صحابہ کرامؓ نے بھی آپ کو (حدیث جبریل کے مطابق) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایمان و اسلام کے سوالات کرتے دیکھا اور سنا۔ اور اس وقت آپ انسانی شکل میں تھے۔

اب ظاہر ہے کہ آپ جب حضورؐ اور صحابہؓ کے سامنے انسانی شکل میں آتے ہوئے تھے اس وقت آپ اپنی اس آسمانی صورت میں اوپر نہ ہوتے تھے اور جب اصلی شکل میں ہوتے تھے تو زمین پر آپ انسانی شکل میں نہ ہوتے تھے۔ حادث اور مخلوق کی خاصیت ہے کہ وہ بیک وقت دو مختلف جگہوں میں نہ ہو۔ اگر کبھی کہیں ایسا دکھائی دے تو ایک وجود اصلی ہوگا اور دوسرا مثالی کوئی مخلوق اور حادث بیک وقت اصلی وجود سے ہر جگہ موجود نہیں ہو سکتا۔

فرشتے اور جن

فرشتوں اور جنات کا تمثل مختلف صورتوں میں ممکن اور واقع ہے۔ ان کا تصرف اپنے اپنے دائرہ میں اور اپنی اپنی حدود میں واقع اور مسلم ہے۔ تاہم یہ بھی ہر وقت ہر جگہ موجود نہیں ہوتے۔ عالم ممکنات میں کئی جگہیں ایسی ہوں گی جہاں یہ نہ ہوں جس جگہ کو جبریل نے گھیرا ہوا ہے وہاں حضرت اسرافیل نہیں ہیں۔ اور جہاں عزرائیل علیہ السلام کسی کو نظر آ رہے ہیں وہاں میکائیل ساتھ نہیں ہیں۔ ان کے اپنے اپنے اجسام ہیں۔ گو سب نوری ہیں اور ان کے اپنے اپنے دوائر ہیں جہاں یہ امر الٰہی کے تحت چل پھر سکتے ہیں یا اُڑ سکتے ہیں۔

جن عزازیل دنیا میں کتنے وسیع و عریض دائرے میں حرکت کرتا ہے مگر آسمانوں پر جانے میں اسے انکارے پڑتے ہیں۔ ان وسیع دائروں میں حاضر یا متصرف ہونے کے باوجود وہ ملاء اعلیٰ میں نہیں ہے۔ لطافت ایسی کہ انسان کے دل و دماغ میں اُترتا ہے۔ اس کے خون کی خاموش نالیوں میں تیرتا ہے۔ سامنے مختلف الانواع پردوں پر اُترتا ہے۔ بایں ہمہ یہ ہر جگہ موجود نہیں۔ عالم خلق میں اس کا یہ حال ہے تو عالم امر جس کے تحت روحوں کا وجود ہے۔ وہاں اس کا پہنچنا کیسے ممکن ہوگا۔ ابلیس کو ہر جگہ موجود حاضر سمجھنا ایک بڑی تاریکی اور جہالت ہے۔

کائنات کے مختلف دائرے

(۱) عالم خلق اور عالم امر دونوں خدا کے حکم سے قائم ہیں اور دونوں جہانوں کے اپنے اپنے حالات اور اپنی اپنی کیفیات ہیں اور اپنے اپنے دوائر حرکت ہیں۔

(۲) عالم خلق میں مختلف الانواع مخلوقات کے اپنے اپنے حالات اور تصرفات ہیں فرشتوں جنوں اور انسانوں کے اپنے اپنے دوائر عمل ہیں۔

سلیمان علیہ السلام کو خود ملکہ بلقیس کی بھی اطلاع نہ ہو اور آپ کا ایک خادم عرش بلقیس کو

کر چشم زدن میں سامنے کر دے۔ تو یہ اپنے اپنے دائرہ عمل کی بات ہے۔ فضائل و کمالات میں ان خدام میں کسی کا پھریرا حضرت سلیمان سے اونچی پرواز کا نہ تھا۔

حقائق کائنات کی ان گہری وادیوں میں اُترتے ہوئے ساتھ ساتھ ان نو باتوں پر بھی غور کر لیں تو مسئلہ زیر بحث میں ساحل مراد پر اُترنا ان شاء اللہ العزیز بہت آسان ہو جائے گا۔

① مکھی ہوا میں اُڑے اور انسان بغیر ہوائی جہاز نہ اڑ سکے تو کیا یہ مکھی کے انسان سے برتر ہونے کی دلیل بن سکے گا؟

② مچھلی پانیوں میں بلا حائل مہینوں زندگی بسر کر سکے اور انسان ایسا نہ کر سکے تو کیا یہ مچھلی انسان پر فضیلت لے گئی ہے؟

③ بطخ پانی پر اس طرح بیٹھی تیر رہی ہے جیسے زمین پر بیٹھی ہو اور انسان کبھی بیٹھ کر تیرتا نہیں دیکھا گیا ہو تو کیا بطخ انسان پر فضیلت لے گئی ہے؟

④ شیطان لوگوں کے دلوں میں بُرے وسوسے ڈال سکتا ہے اور صحابہؓ ابوجہل کے دل میں کوئی نیک خیال نہ ڈال سکے تو کمال کس کا رہا؟

⑤ ملک سبا کا علم ہدہد پرندے کو ذاتی تجربے سے ہوا حضرت سلیمان کو بتانے سے اب علم ذاتی اور علم عطائی میں سے کس کو افضل مانا جائے گا۔ اب اگر کوئی شخص جانور (ہدہد) کے علم کو پیغمبر (حضرت سلیمان) کے علم سے اقدم مانے تو کیا اس پر پیغمبر کی بے ادبی پر مرتد کے احکام جاری کئے جا سکیں گے؟

⑥ اصحاب کہف سالہا سال بغیر دنیا کا کھانا کھائے زندہ رہے۔ صحابہؓ نے دو دن بھوکا رہنے کے بعد تیسرے دن پیٹ پر پتھر باندھ لیے۔ ایسا کیوں؟

⑦ برادران یوسف کو پتہ تھا انہوں نے یوسف کو کس کنویں میں ڈالا ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کو پتہ نہ تھا۔ اب دونوں میں سے کون افضل ہوا علم رکھنے والے یا نہ رکھنے والے؟

(۸) حضرت عمرؓ کو سینکڑوں میلوں سے سپہ سالار ساریہ نظر آگئے اور اپنا قاتل دیوار کے پیچھے چھپا نظر نہ آیا۔ کیا آپ کی نظر کمزور ہو گئی تھی یا وہ ویسے ہی دکھائی نہ دیا تھا؟

(۹) ملک الموت اکیلا روحیں قبض کرتا ہے یا اس کے ساتھ نازعات اور ناشطات فرشتوں کی دو جماعتیں بھی ہیں؟

ملک الموت، اگر اپنے سفر میں اپنی اصلی شکل میں سب انسانوں پر برابر کی نظر رکھے اور یہ نظر حضرت یعقوب علیہ السلام کو حاصل نہ ہو تو کون افضل ہوا؟

ان تمام سوالوں کا نقطہ محور محض ایک قیاس ہے ـــــ ایک مخلوق کا دوسرے پر یا ایک حال کا دوسرے حال پر ـــــ ان قیاسات میں محض ایک وہم ہے جو کمزور انسانی فکر کو متزلزل کرتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایک مختلف النوع مخلوق کو دوسری نوع کی مخلوق پر قیاس کرنا جائز ہے عقل کے مطابق ہے اگر نہیں تو اس قسم کے قیاسات سے کام لینے والے علمی اور فکری طور پر کس درجہ کے نادان سمجھے جائیں گے یہ آپ طے کریں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا اس قسم کے قیاسات واہیہ سے عقائد ثابت کیے جا سکتے ہیں۔ یا عقائد کے لیے مضبوط اور قطعی دلائل ہونے چاہئیں۔

تیسرا سوال ساتھ یہ ملا لیجئے کہ قرآن کریم میں عقائد کا بیان قطعی الدلالۃ آیات میں ہے یا نہیں ان مذکورہ قیاسات پر چھوڑا گیا ہے۔ پھر ان آیات کے جو معنی بیان کئے جاتے ہیں ان آیات کے کیا وہ ایک ہی معنی ہیں یا اس میں مفسرین نے اور احتمال بھی بیان کئے ہیں؛ بصورت احتمال کیا وہ آیات اپنے ان معنی پر قطعی الدلالۃ رہیں؟

چوتھا سوال یہ ساتھ رکھیے کہ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے عقائد اسلام کے ثابت کرنے میں اس قسم کے قیاسات واہیہ سے کام لیا ہے اور اپنے عوام کو ان قیاسات میں گم کر کے انہوں نے اپنے پیروؤں سے قرآن کی محکمات چھڑا دی ہیں۔

اب ہم یہاں سے بندے کو ختم کرتے ہیں ان سوالات کا جواب اور ان اشکالات

کا حل آپ کو اسی رسالہ میں ملے گا۔ البتہ ترتیب مختلف ہوگی۔ حق تعالیٰ حق سمجھنا آسان فرمائے۔

بریلویت کی فصل جہالت کی زمین میں بوئی گئی ہے

مذکورہ مثالوں سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ بریلوی علماء اپنے عوام کو بس اسی قسم کی باتوں سے مطمئن رکھتے ہیں اور وہ بے چارے جان نہیں پاتے کہ گمان اور علم میں اور ظن اور یقین میں کتنے دور کے فاصلے ہیں عقائد کبھی گمان سے قائم نہیں ہوتے اور سنت کی منزل کبھی بدعت کی راہوں سے نہیں ملتی۔ بدعت کے اندھیروں میں رہنے والے اپنے آپ کو اہل سنت کہیں تو کیا یہ قباحت نہیں۔

نام لیے بغیر گجرات کا ایک واقعہ ہدیہ قارئین کرتے ہیں ایک مفتی صاحب فوت ہوئے تو ان کے ترکہ میں ان کی قبر بھی زیر عہد آئی۔ ایک بھائی کو کہا گیا کہ وہ مفتی صاحب کی کل جائداد لے لے مگر قبر کی تولیت سے دستبردار ہو رہے اور دوسرا بھائی قبر کی تولیت لے اور والد کی سب جائداد اپنے بھائی کے حق میں چھوڑ دے۔

فیصلہ ہوگیا اور قبر جس کے حصہ میں آئی وہ دس سال میں بھائی کے برابر صاحب جائداد ہو گیا اور قبر بلا شرکت غیرے اس کی تولیت میں رہی اور جہالت کا یہ سدا بہار درخت اگلے دس سالوں میں دگنی فصل لا رہا ہے۔

قبروں پر ہونے والے عرسوں سے فائدہ صاحب مزار کو پہنچتا ہے یا مجاوروں کو۔ یہ اس وقت ہمارا موضوع نہیں اس کی مکمل بحث آپ کو چھٹی جلد میں ملے گی یہاں ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ بریلوی علماء اب تک عقائد خمسہ کے اثبات میں کتاب و سنت کی کوئی قطعی الدلالت بات پیش نہیں کر سکے قطعی الدلالۃ بات میں کوئی الجھاؤ نہیں رہتا اور بریلوی علماء اپنے عوام کو الجھائے بغیر جہالت کی زمین میں بوئی اپنی فصل کو کاٹ نہیں سکتے۔ والحق احق ان یتبع واللہ علی ما نقول شہید

؎ وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

مؤلف عفا اللہ عنہ

ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد :-

اسلام میں عقائد کا معاملہ بہت اہم اور نازک ہے عملوں میں کمزوری کی چھوٹ فضلِ الٰہی سے مل سکتی ہے۔ مگر عقائد میں غلطی اور سہل انگاری لائق درگذر نہیں عقائد کی جنگ ان کمزور قیاسات اور غلط مقدمات سے نہیں جیتی جا سکتی جو بریلویوں نے اس سلسلہ میں قائم کر رکھے ہیں۔ ان کے لیے قرآن کریم کے دلائل قطعیہ کی ضرورت ہے اور وہ بریلویوں کے ہاں یکسر مفقود ہیں۔ بدعات میں ان کے پہلے امام مولانا عبدالسمیع رامپوری ہوتے ہیں۔ یہ مولانا احمد رضا خاں کے پیشرو ہیں اور خالصتاً انہیں اپنا بڑا بھائی کہتے تھے۔ آپ عقیدہ حاضر و ناظر کے ثبوت میں لکھتے ہیں :-

> چاند سورج ہر جگہ موجود ہے اور ہر جگہ زمین پر شیطان موجود ہے اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہے تو یہ صفت (یعنی ہر جگہ ہونا) خدا کی کہاں ہوئی اور تماشا یہ کہ اصحاب محفل میلاد (بریلوی حضرات) تو زمین کی ہر جگہ پاک و ناپاک مجالس مذہبی و غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعویٰ کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک و کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔[1]

دیکھئے کیسے غلط مقدمے باندھے ہیں۔ ۱۔ چاند سورج ہر جگہ موجود ہے — یہ غلط ہے جہاں چاند ہے وہاں سورج نہیں، جہاں سورج ہے وہاں چاند نہیں۔ دونوں علیحدہ علیحدہ جرم ہیں۔ جہاں زحل ہے وہاں عطارد نہیں، جہاں عطارد ہے وہاں مریخ نہیں — اس پر دنیا میں

---

[1] انوار ساطعہ ص۵۲ ص۵۳

جہاں زید ہے وہاں بکر نہیں. یعنی جو جگہ زید نے گھیر رکھی ہے وہاں بکر نہیں. اشیاء مخلوقہ محدثہ میں سے کوئی بھی ہر جگہ نہیں. جہاں ایک چیز ہے وہ جگہ دوسری کی نہیں. مگر مولانا اسپوری ہیں کہ چاند سورج دونوں کو ہر جگہ موجود بتلا رہے ہیں. دونوں کا فیض عام ہو یہ اور بات ہے اور دونوں ہر جگہ موجود ہوں یہ ایک بالکل دوسری بات ہے.

پھر لکھتے ہیں ہر جگہ زمین پر شیطان موجود ہے. ہم یقین سے کہتے ہیں کہ بغداد میں جہاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا روضہ ہے وہاں شیطان نہیں ہے. اس قبر میں آپ ہیں ابلیس نہیں ہے. ابلیس کو ہر جگہ موجود ماننا کیسا غلط عقیدہ ہے اور کس بے ادبی پر منتج ہوتا ہے ـــــ استغفر اللہ العظیم ـــــ بریلوی مولویوں کے اس عقیدہ سے اللہ حضورؐ کی امت کو بچائے.

پھر ان بریلویوں نے ابلیس کے ہر جگہ موجود ہونے ملک الموت کے ہر جگہ موجود ہونے کو حضورؐ کے ہر جگہ موجود ہونے کے برابر سمجھ رکھا ہے. تبھی تو اس مقدمے میں انہوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے.

"تو یہ صفت (ہر جگہ موجود ہونا) خدا کی کہاں ہوئی" ـــــ (یعنی ہر جگہ موجود ہونا خدا کی صفت نہیں ہے).

یہ ساری محنت کس لیے ہو رہی ہے کہ خدا کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی کس طرح نفی کی جا سکے. ہر جگہ موجود ہونا شیطان. ملک الموت اور انبیائے کرام کی صفت قرار دی جائے. مولانا عبدالسمیع نے تو ابلیس کو ہی ہر جگہ حاضر و ناظر مانا تھا. مولانا احمد رضا خاں نے تو کرشن کنہیا کو بھی سینکڑوں جگہ موجود اور حاضر مان لیا. آپ فرماتے ہیں.

کسی نے عرض کی حضرت نے وقت واحد میں دس جگہ تشریف لے جانے کا وعدہ فرمایا ہے یہ کیونکر ہو سکے گا. شیخ نے فرمایا کرشن کنہیا کا فرتھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا.[1]

مولانا عبدالسمیع صاحب نے خدا کے ہر جگہ موجود ہونے کی نفی کی ہے. ان سے اچھے تو مولانا دیدار علی الوری ہی رہے جنہوں نے اللہ رب العزت کے حضور و نظور کو تسلیم کرتے ہوئے حضورؐ

---

[1] دیکھئے ملفوظات حصہ اول ص ۱۱۹

صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرح حاضر و ناظر ہونے کی صاف لفظوں میں نفی کی مولانا وحید الدین علی لکھتے ہیں:۔

لفظ حاضر ناظر سے اگر حضور و نظر بالذات مثل حضور و نظر باری تعالیٰ ہر وقت و لحظہ مراد ہے تو یہ عقیدہ محض غلط و منتہی الی الشرک ہے۔۔۔۔ یہ عقیدہ کسی جاہل و اجہل کا بھی نہ ہوگا[1]

کاش کہ مولانا عبدالسمیع ابلیس کو ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے اور خدا کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا انکار کرنے سے پہلے قرآن کریم کی ان آیات کو پڑھ لیتے۔۔

(۱) الم تران اللہ یعلم ما فی السموات وما فی الارض۔ ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم ولا ادنی من ذالک ولا اکثر الا ھو معھم اینما کانوا۔ (پ۲۸ المجادلہ آیت ۷)

ترجمہ۔ کیا تو نے دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔ جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشی ہو تو چوتھا وہ موجود ہے اور پانچ کی تو چھٹا وہ ۔۔۔ اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ کی مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہے۔ جہاں کہیں ہوں۔ (ترجمہ مولانا احمد رضا خاں)

(۲) ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا۔

(پ۱۰ التوبہ آیت ۴۰)

ترجمہ۔ صرف دو جان تھے جب وہ غار میں تھے جب اپنے ساتھی سے آپ کہتے غم نہ کر بے شک اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔

---

[1] رسول القیام ص۱۵

سوچو! یہ بھی کوئی دین ہے۔ ابلیس کو ہر جگہ موجود ماننا، کرشن کنہیا کو کئی سو جگہ پر حاضر و ناظر ماننا اور خدا سے حاضر و ناظر ہونے کی نفی کرنا ـــــ استغفر اللہ العظیم ـــــ ضد بریلویوں کو کہاں سے کہاں لے آئی ہے۔

سوال: اکابر علمائے اہل السنۃ والجماعۃ میں سے کسی نے اللہ رب العزت کے لیے حاضر و ناظر کا لفظ استعمال کیا ہے؟

جواب: ہاں! حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے اس باب میں کہ انسان خدا سے ڈرتا رہے اس سے شرم کرے اور گناہوں پر جری نہ ہو۔ لکھتے ہیں:۔

حق تعالیٰ بر احوال جزوی دکلی او مطلع است از حاضر و ناظر شرم باید کرد[1]

بدانکہ حق تعالیٰ حاضر است غائب نہ[2]

اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ موجود ہونے کی حقیقت اور کنہ کو ہم پا نہیں سکتے۔ اتنا جانتے ہیں کہ وہ اپنے علم محیط سے ہر چیز کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ بریلویوں نے جب یہ لفظ (حاضر و ناظر) انبیاء اور اولیاء کے لیے استعمال کرنا شروع کیا تو سننے والوں کا ذہن اس سے اسی طرف مائل ہوتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ ہر جگہ سے ہر چیز کو دیکھتے ہیں۔ انبیاء و اولیاء سے بھی کوئی چیز قریب و بعید کے فاصلے پر نہیں۔ وہ بھی ہر جگہ کی ہر چیز کو دیکھتے ہیں۔ کوئی چیز ان سے دور نہیں۔ بریلوی عوام آج اسی عقیدے سے انبیاء و اولیاء کو ہر جگہ ہر آن حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ ان کے علماء اپنے ہاں کوئی تاویل کرلیں تو کرلیں۔ لیکن جہاں تک عوام کا تعلق ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھتے ہیں جس طرح خدا کو اور ظاہر ہے کہ یہ صریح شرک ہے اور بقول مولانا دیدار علی اس کا قائل سوائے جاہل و اجہل کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

مولانا عبدالسمیع رامپوری نے اس شرکیہ عقیدے سے ان لفظوں میں کنارہ کشی کی ہے:۔

---

[1] مکتوبات دفتر اول ص۱۔ [2] مکتوبات قدوسیہ ص۲۲۹

اصحاب محفل میلاد تو زمین کی ہر جگہ پاک و ناپاک مجالس مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعوے کرتے ..... ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک و ناپاک و کفر و غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔[1]

اس عبارت میں یہ چار باتیں غور طلب ہیں:۔

(۱) — یہ اہل بدعت اس وقت تک اہل السنۃ والجماعۃ سے موسوم نہ تھے۔ انہیں اصحاب محفل میلاد کہا جاتا تھا اور اہل السنۃ والجماعۃ علمائے حق کو ہی سمجھا جاتا تھا۔ زمانے کا انقلاب ہے کہ اب ان لوگوں نے بھی اپنے آپ کو اہل السنۃ کہنا شروع کر دیا ہے۔ سنت کہاں اور بدعت کہاں بھلا اہل بدعت بھی کہیں اہل سنت ہو سکتے ہیں۔

(۲) — ان اہل بدعت کا دعوے اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ پر حاضر و ناظر ہونے کا نہ تھا۔ وہ زمین کی ناپاک جگہوں اور اہل کفر کی مجلسوں اور محفلوں میں حضورؐ کو حاضر و ناظر نہ مانتے تھے اسے حضورؐ کی بے ادبی جانتے تھے۔ مگر افسوس کہ اب بریلوی لوگ اس حد کے بھی پابند نہیں رہے اور وہ اسی طرح حضورؐ کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھتے ہیں۔ جیسے اللہ رب العزت کو۔

(۳) — بریلویوں کے ہاں حضورؐ کا ہر جگہ موجود ہونا کمالات رسالت میں سے نہیں۔ ورنہ وہ ابلیس کو ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر نہ مانتے۔

(۴) — بریلوی عقائد میں شیطان کو جو ہر جگہ پاک و ناپاک اور کفر و غیر کفر میں حاضر و ناظر ہونے کی جو وسعت حاصل ہے وہ (معاذ اللہ) حضورؐ کو بھی نہیں اور اس میں ابلیس اور ملک الموت دونوں آپ سے بڑھ گئے۔ (استغفر اللہ العظیم)

بریلویوں کے عقیدہ حاضر و ناظر کی علمی تنقیح

ایک دفعہ گلاسگو میں جمعیت علمائے برطانیہ کی مرکزی کانفرنس تھی مقامی بریلوی علماء اہلسنت

---

[1] انوار ساطعہ ص۵۳

کے اس اجتماع سے بہت اُلجھ کر تھے۔ انہوں نے دو انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں کو ہماری جانے قیام پر بھیجا تاکہ وہ ہم سے کچھ عقائد کی باتیں پوچھیں اور اگر اختلاف ظاہر ہو تو علماء حق کو بدنام کیا جا سکے ـــــ ایک نوجوان نے آگے بڑھ کر پہل کر دی۔

سوال : کیا آپ حضور پیغمبر اسلامؐ کو حاضر و ناظر مانتے ہیں؟

جواب : حاضر و ناظر تو آپ بھی ہیں۔ کیا آپ یہاں موجود نہیں ؟ موجود کو کہتے ہیں حاضر۔ اور کیا آپ دیکھ نہیں رہے۔ نابینا ہیں ؟ نہیں تو آپ ناظر بھی ہوئے۔ تو جب آپ موجود بھی ہیں اور دیکھ بھی رہے ہیں تو حاضر و ناظر نہ ہوئے ؟ اس نوجوان نے ہاں میں سر ہلایا اور پھر سوال کیا ؟

سوال : میں تو صرف یہیں حاضر و ناظر ہوں ہر جگہ تو حاضر و ناظر نہیں ہوں ـــــ حضورؐ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں؟

سوال پر سوال : تم اس وقت کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو یا اس وقت کے بارے میں جب آپ دنیا میں تشریف فرما تھے؟

جواب طالب علم : پہلے اس وقت کے بارے میں بتائیں اور پھر اس وقت کے بارے میں۔

جواب : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دنیا میں تھے تو بے شک حاضر و ناظر تھے آپ اپنی مجالس میں موجود بھی ہوتے اور حاضرین کو دیکھتے بھی تھے۔ تو حاضر بھی ہوئے اور ناظر بھی ـــــ لیکن اُس وقت بھی آپ ہر جگہ موجود نہ ہوتے تھے۔ جب آپ مکہ مکرمہ میں تھے تو مدینہ منورہ میں نہ تھے اور جب معراج کی رات آسمانوں پر تھے تو زمین پر نہ تھے۔ جب آپ مسجد میں ہوتے تھے تو گھر نہ ہوتے تھے۔

طالب علم : اور اب وفات کے بعد؟

جواب : اب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک جگہ پر موجود ہیں جیسا کہ اُس دُنیا میں ہوتا تھا اور وہ جگہ حضورؐ کا روضہ اندر ہے جو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے حضورؐ

وہاں بالذات موجود ہیں اور حاضرین کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔

سوال طالب علم: کلمہ شریف کا ترجمہ کیا ہے؟

جواب: ایک خدا کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔

سوال: آپ اللہ کے رسول ہیں یا اللہ کے رسول تھے؟

جواب: آپ اللہ کے رسول ہیں۔

سوال: جب آپ اللہ کے رسول ہیں تو پھر آپ ہر جگہ ہوئے یا نہ ــــ ورنہ یہ کہنا بہتر ہے کہ آپ اللہ کے رسول تھے؟

جواب: آپ کی رسالت بے شک ہر جگہ کے لیے ہے اور اسی لیے ہم نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں ــــ لیکن آپ خود ایک ہی جگہ پر ہیں۔ رسالت کے ہر جگہ ہونے سے رسول کا ہر جگہ ہونا لازم نہیں آتا۔

لیجئے ہمارے ملک (پاکستان) کا ــــ پورے ملک کا ایک صدر ہے۔ اس کی صدارت تو بے شک پورے ملک کے لیے ہے۔ لیکن خود تو وہ ایک جگہ ہوگا۔ ورنہ لوگ اسے ملنے ایوانِ صدر کیوں جاتے؟

سوال: اچھا آپ بتائیں کہ حضور پیغمبر اسلام کیا اس وقت دنیا میں ہر جگہ موجود نہیں؟

سوال بر سوال: اچھا تم بتاؤ تمہارا عقیدہ کیا ہے؟

جواب طالب علم: بے شک حضور ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔

سوال بر جواب: جب تم حضورؐ کا لفظ بول رہے ہو اور کہتے ہو کہ حضورؐ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو تم حضورؐ سے کیا مراد لیتے ہو ــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف روح مبارک یا روح و جسد کا مجموعہ یا صرف جسدِ اطہر تم کس چیز کو ہر وقت ہر جگہ حاضر کہتے ہو ــــ روح کو یا مجموعی ذاتِ اقدس کو؟

جواب طالب علم: یہ تو مجھے میرے بھیجنے والوں نے نہیں بتایا کہ آپ صرف روح

مبارک سے حاضر و ناظر ہیں یا جسدِ پاک سے۔

سوال : جب تم یہ جملہ خود بولتے ہو کہ حضورؐ ہر جگہ پہ حاضر و ناظر ہیں تو تم اندازے سے بتاؤ کہ تمہارا بریلویوں کا عقیدہ کیا ہوگا۔ صرف روح سے حاضر و ناظر ہونا یا کہ مجموعی طور پہ ؟

جواب طالب علم : میرا خیال ہے کہ حضورؐ اپنے جسدِ اطہر کے ساتھ ہر جگہ حاضر نہیں ہیں۔ صرف آپ کی روح مبارک ہر جگہ ہے۔

سوال : تو پھر آپ پورے حاضر و ناظر تو نہ ہوئے آدھے حاضر و ناظر ہوئے ــــ صرف روح سے ــــ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو ؟

جواب طالب علم : مجھے اجازت دیں میں اپنے علماء سے اپنا عقیدہ پوچھ کر آتا ہوں ؟

سوال : اگر تمہیں اپنا عقیدہ اب تک معلوم نہیں اور تم اس بات کو بارہا دہرا چکے ہو کہ حضورؐ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو ایسا کہتے کچھ تو تمہارا عقیدہ ہوتا ہوگا ؟

طالب علم : میں نے کبھی نہیں سوچا۔ ہمارے علماء بھی کہتے ہیں حاضر و ناظر اور ہم بھی کہتے ہیں حاضر و ناظر ــــ لیکن نہ وہ یہ بات کھولتے ہیں نہ ہم کبھی ان سے پوچھتے ہیں ــــ لیکن اب میں پوچھ کر آتا ہوں مجھے اجازت دیں۔

(دونوں طالب علم چلے جاتے ہیں اور تقریباً دو گھنٹے کے بعد آتے ہیں ــــ وہ طالب علم کہنے لگا ہمارے علماء نے ہمیں منع کیا ہے کہ ان باتوں میں نہ پڑو۔ ان باتوں کی تفصیل بتانے سے ایمان جاتا رہے گا۔ یہ کبھی نہ سوچو کہ آپ صرف روح سے حاضر و ناظر ہیں یا روح اور جسد دونوں سے ــــ کیا ہم نے پہلے سے آپ لوگوں کو نہیں بتا رکھا کہ ان لوگوں کے پاس نہ جاؤ ــــ دیکھو کس طرح انہوں نے تمہیں الجھاؤ میں ڈال دیا ہے ــــ طالب علموں نے کہا اب ہم ضرور ان کے پاس جائیں گے۔ ہم وعدہ کر کے آئے ہیں کوئی مختصر سا جواب بتاؤ ــــ انہوں نے

ایک جواب بتایا اور وہ طالب علم آگئے)

طالب علم: ہاں تو وہ آپ کا سوال کیا تھا؟

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا صرف روح اقدس سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں یا روح اقدس اور جسد اطہر کے مجموعہ کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں۔ اس میں تمہارے علماء کا عقیدہ کیا ہے؟

جواب: ہمارے علماء نے کہا ہے تم اس میں نہ پڑو صرف حاضر و ناظر کہو اور اس کی بحث میں نہ جاؤ۔

سوال: جب تم ایک عقیدہ رکھتے ہو تو اس عقیدے کا کچھ نہ کچھ مفہوم تو آپ کے ذہن میں ہونا چاہیئے۔ بغیر سمجھنے کے یہ عقیدہ کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب: جس طرح ہر جگہ حاضر و ناظر ہے لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ کس طرح حاضر و ناظر ہے اسی طرح سرکار کی بات ہے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن آپ ہیں حاضر و ناظر۔

جواب الجواب: عزیز محترم! یہ شرک کی ابتداء ہے۔ جب تمہیں مخلوق کی بحث کرتے ہوئے خالق کی مثال لانی پڑے اور کوئی جواب تم سے بن نہ پڑے تو سمجھو شرک کا آغاز ہو گیا خدا بے مثل ذات ہے نہ اس کی کوئی مثال ہے نہ اس کی ذات اور کنہ کا کسی کو ادراک ہے بخلاف انبیاء کے ــــ وہ سب ذاتاً انسان ہیں ان کے اجسام تھے ــــ ان کے اجسام لوگوں نے دیکھے ــــ انہیں آتے جاتے دیکھا۔ ان کے نکاح ہوتے دیکھے ــــ ان کی اولاد دیکھی ــــ وہ غیر مدرک بالکنہ کبھی نہیں قرار دیئے گئے ــــ ان کے لیے خدا کی مثال لانا یہی تو وہ غلطی ہے جس میں بریلوی علماء پڑے ہوتے ہیں ــــ یاد رکھو شرک کا گناہ کبھی نہ بخشا جائے گا۔ جب تم سوال و جواب میں معذور ہو جاؤ اور خدا کی مثال لانے پر آجاؤ تو سمجھو کہ تم الحاد کی دہلیز پر آکھڑے ہوئے ہو ــــ حضورؐ کو حاضر و ناظر ماننے کے لیے اب جو تم خدا کی مثال دے رہے ہو کیا یہ شرک نہیں ہے؟

طالب علم: مجھے سمجھ آگئی ہے میں حضورؐ کو حاضر و ناظر ماننے کے لیے خدا کی مثال نہیں دیتا میرا یہ عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف روح مبارک سے حاضر و ناظر ہیں جسم کے ساتھ

نہیں جسم آپ کا صرف قبر مبارک میں ہے۔

دوسرا طالب علم : (پہلے کو مخاطب کرتے ہوئے) نہ ایسا نہ کہو، اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ آپ آدھے حاضر و ناظر ہیں۔ انسان روح و بدن کے مجموعہ کا نام ہے۔ جب آپ صرف روح سے حاضر و ناظر ہوئے تو آپ پورے حاضر و ناظر نہ ہوئے

ہمارا سوال : اچھا آپ یہ بتائیں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف روح اقدس سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو کب سے حاضر و ناظر ہیں؟ وفات کے بعد سے؟ یا وفات سے پہلے بھی آپ کی روح مبارک بدن مبارک سے جدا دنیا میں ہر جگہ پھیلی تھی؟ بے شک تمہارے پاس علم نہیں — اور تمہارے علماء بھی تمہیں بتاتے نہیں — لیکن یہ تمہارا ایک عقیدہ ہے تو اس کا کچھ خاکہ تو تمہارے ذہن میں ہونا چاہیئے۔

طالب علم : میرا خیال ہے آپ وفات کے بعد ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے ہیں، وفات سے پہلے آپ کی روح مقدسہ آپ کے بدن میں تھی۔

سوال : اچھا آپ اگر اپنی وفات کے بعد ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا شروع ہوئے تو یہ عقیدہ تمہیں بتایا کس نے؟ آپ کی وفات کے بعد ہونے والی بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی؟ دین تو وہی ہے جو آپ نے اپنی حیات طیبہ دنیویہ میں بیان کیا اور آیت الیوم اکملت لکم دینکم اتری اور دین مکمل ہونے کا اعلان ہوگیا اب یہ وفات کے بعد آپ نے کیا عقیدہ ترتیب دے لیا اور تمہیں یہ عقیدہ بتا کون گیا؟

طالب علم : یہ عقیدہ ہمارے بریلوی علماء نے بتایا ہے۔

جواب : علماء کا کام مسئلہ بتانا ہوتا ہے مسئلہ بنانا نہیں ہوتا حضورؐ کی وفات کے بعد جو یہ مسئلہ بنا کہ حضورؐ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں، تو اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ آپ اپنی یہاں کی زندگی میں ہر جگہ حاضر و ناظر نہ تھے؟

طالب علم : ہاں اس سے تو پتہ چلا کہ یہ عقیدہ ہی بالکل بے بنیاد ہے جس میں ہمیں ہمارے مولویوں نے ڈال رکھا ہے

دوسرا طالب علم : نہیں اس طرح بات نہیں حضورؐ کی روح مبارک زندگی میں صرف جسم میں نہ تھی بدن سے باہر بھی ہر جگہ پھیلی تھی اور آپ اس وقت بھی حاضر و ناظر تھے۔

سوال : اگر آپ کی روح اقدس دنیا میں ہر جگہ پھیلی تھی تو اس سے لازم آتا ہے کہ دنیا میں اور کوئی چیز موجود نہ ہو۔ کیونکہ جو چیز بھی ہوگی وہ کوئی جگہ لے گی جگہ گھیرے گی تو ایک جگہ دو چیزیں بیک وقت کیسے موجود ہو سکتی ہیں۔ اگر آپ عالم ارواح میں بھی ہر جگہ موجود تھے تو کیا عالم ارواح میں اور ارواح نہیں تھیں؟ اگر تھیں تو کچھ سوچو۔ ایک جگہ میں بیک وقت دو روحیں کیسے ہو سکتی ہیں۔ ایک چیز کوئی جگہ گھیرے تو دوسری چیز تو وہاں موجود نہیں ہوتی۔

طالب علم ۲ : خدا بھی تو ہر جگہ موجود ہے تو کیا اس سے تمام مخلوقات کی نفی ہو گئی؟

طالب علم ۱ : نہ نہ ــــ خدا کی مثال نہ دو۔ وہ تو بے مثل ذات ہے۔ اس کی مثال دو تو واقعی شرک ہو جائے گا۔

سوال : اچھا اگر آپ کی روح اقدس شروع سے ہی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تو یہ بتائیں کہ حضرت مریم کی والدہ اپنی بیٹی مریم کو بیت المقدس میں رہنے کے لیے چھوڑنے آئیں اور وہاں کے رہنے والے بچی کی پرورش کے لیے آپس میں قرعہ اندازی کر رہے تھے تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں حاضر و ناظر تھے یا نہ؟

طالب علم ۲ : کیوں نہیں؟ جب آپ شروع کائنات سے روح مبارک کے ساتھ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوئے تو وہاں حاضر و ناظر کیوں نہ ہوں گے۔

اس پر ہم نے کہا۔ لاؤ قرآن کریم میں دیکھیں اس وقت آپ اس موقع پر وہاں موجود تھے یا نہ؟ ــــ قرآن کریم کھولا گیا۔

وما کنت لدیھم اذ یلقون اقلامھم ایھم یکفل مریم وما کنت لدیھم اذ یختصمون۔ (پ۳ آل عمران آیت ۴۴)

ترجمہ۔ اور آپ اس وقت ان کے سامنے نہ تھے جب وہ اپنے قلم تیرنے کے لیے ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کو اپنی کفالت میں لے اور آپ وہاں نہ تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔

طالب علم ۲: ہو سکتا ہے یہ آیت منسوخ ہو چکی ہو۔ قرآن کی بعض آیتیں ناسخ و منسوخ بھی تو ہیں۔

جواب: نسخ احکام میں ہوتا ہے واقعات اور اخبار میں نہیں۔ حکم دیا جائے کہ یہ کام کرو اور بعد میں کہا جائے کہ اب نہ کرو تو اس میں کوئی تعارض نہیں لیکن خبروں میں تعارض کیسے ہو سکتا ہے کہ کبھی کہا جائے کہ آپ وہاں نہ تھے اور پھر کہا جائے کہ آپ وہاں تھے۔

طالب ۱: تو پھر یہ آیت متشابہات میں سے ہو گی۔ کیا قرآن میں بعض آیتیں متشابہات میں سے نہیں ہیں؟

جواب: یہ آیت واقعات میں سے ہے متشابہات میں سے نہیں اسے امر واقع کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ واقعات میں متشابہات نہیں ہوتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ یوسف کے نازل ہونے سے پہلے کیا حضرت یوسف کے اس سارے واقعہ کا کہ کس طرح آپ کو آپ کے بھائیوں نے کنوئیں میں گرایا علم تھا؟ اگر آپ اس وقت بھی ہر آن حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تھے تو کیا آپ ان کے احوال سے بے خبر رہ سکتے ہیں؟

طالب علم ۲: نہیں؛ آپ یقیناً یہ سب واقعات دیکھ رہے تھے۔

جواب: اچھا اب آیئے قرآن کریم میں دیکھیں۔

نحن نقص علیک احسن القصص بما اوحینا الیک ھذا القرآن وان

کنت من قبله لمن الغافلین۔ (پ۱۲ یوسف آیت ۳)

ترجمہ مولانا احمد رضا خاں:

ہم تمہیں سب سے اچھا بیان سناتے ہیں اس لیے کہ ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی اگرچہ بے شک اس سے پہلے تمہیں خبر نہ تھی۔

طالب علم: میں تو مطمئن ہو گیا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شروع سے ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں چلے آرہے۔ لیکن وفات کے بعد آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہو گئے ہوں تو اسے ماننے میں کیا حرج ہے؟

جواب: اس پر پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ وفات کے بعد حاضر و ناظر ہوئے تو زندگی میں تو آپ ہر جگہ حاضر و ناظر نہ تھے۔ اب یہ وفات کے بعد کا عقیدہ آپ کو کون بتا گیا ہے؟ (اس پر دونوں طالب علم خاموش ہو گئے اور جانے سے پہلے انہوں نے یہ سوال کیا)۔

سوال: صحابہ کرامؓ حضورؐ کی زندگی میں آپ کو ہر جگہ حاضر اور موجود سمجھتے تھے یا نہیں آپ کو حاضر سمجھتے جہاں آپ موجود ہوتے تھے؟

جواب: جہاں حضورؐ موجود ہوتے وہاں تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر سمجھتے اور جہاں آپ سامنے نہ ہوتے تو وہ (صحابہ کرامؓ) آپ کو حاضر اور موجود نہ سمجھتے تھے۔

سوال: اس پر کوئی حوالہ آپ دکھا سکتے ہیں؟ کسی حنفیوں کی کتاب سے دکھائیں۔ وہابیوں کی کوئی کتاب نہ ہو؟

(اتفاق سے ہمارے پاس حافظ ابو بکر احمد بن علی الجصاص رازیؒ (م ۳۷۰ھ) کی کتاب احکام القرآن کی دوسری جلد موجود تھی۔ ہم نے ان طلبہ کو مع ان علماء کے جو ہمارے ساتھ تھے اس کے صـ۲۱۲، صـ۲۱۳ سے یہ حوالہ دکھایا:۔

عن عقبہ بن عامر قال جاء خصمان الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فقال اقض بینهما یا عقبة۔

ترجمہ: عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول پاکؐ کے پاس دو شخص جھگڑتے ہوئے آئے۔ آپؐ نے فرمایا، اے عقبہ ان دونوں میں فیصلہ کردو۔

یہ دیکھیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو دو شخصوں کے درمیان فیصلہ کرنے کا امر فرمایا ہے۔ اس صحابی نے تعجب سے کہا کیا آپ کے سامنے میں فیصلہ کروں یعنی یہ میرے لائق نہیں کہ آپ کی موجودگی میں اس کا فیصلہ میں کروں۔ میں کس طرح اس کی ہمت کر سکتا ہوں اس کے لیے عقبہ بن عامرؓ نے جو الفاظ کہے وہ یہ ہیں:۔

یارسول اللہ اقضی بینهما وانت حاضر[1]

اس سے پتہ چلا کہ صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر نہ سمجھتے تھے۔ جب حضورؐ سامنے ہوں تو وہ سمجھتے تھے کہ حضورؐ یہاں حاضر ہیں۔ جب سامنے نہ ہوں تو وہ آپ کو وہاں سے غائب (غیر حاضر) جانتے تھے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ (۱۸ھ) کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا اور انہیں عدالتی فیصلوں کی تربیت دی۔ حضورؐ نے خود مدینہ ہونا تھا اور انہوں نے یمن میں آپ کی عدم موجودگی (حاضر و ناظر نہ ہونے) میں فیصلے کرنے تھے اور حضرت عقبہ بن عامرؓ کے ذمہ آپ کے سامنے یہ فیصلہ کرنے کا کام لگا۔

فقہاء نے اس سے دو طرح کے اجتہاد کا استدلال کیا ہے:۔

(۱) حضورؐ کی عدم موجودگی میں فیصلے کرنا۔

(۲) آپؐ کی موجودگی (آپ کے سامنے) فیصلہ کرنا۔

---

[1] رواہ الجصاص الرازی فی احکام القرآن جلد ۲ صـ ۱۱۳ قال حدثنا عبد الباقی بن قانع قال حدثنا اسلم بن سہل قال حدثنا محمد بن خالد بن عبد اللہ قال حدثنا ابی عن حفص بن سلیمان عن کثیر بن شنظیر عن ابی العالیۃ عن عبد اللہ بن عامر۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہؓ کا آپ کے ہر وقت ہر جگہ موجود ہونے (حاضر و ناظر ہونے) کا عقیدہ نہ تھا۔ امام جصاص رازیؒ لکھتے ہیں:۔

فاما الحالان اللتان کان یجوز فیھما الاجتھاد فی حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حال غیبتھم عن حضرتہ کما امر النبیؐ معاذاً حین بعثہ الی الیمن..... والحال الاخری ان یامرہ النبیؐ بالاجتھاد بحضرتہ۔[1]

ترجمہ: یہ جو دو حالتیں ہیں جن میں حضورؐ کے اس دنیا میں ہوتے ہوئے اجتہاد جائز ہے ان میں (۱) ایک حالت وہ ہے جب حضورؐ وہاں موجود نہ ہوں جیسا کہ نبی پاکؐ نے معاذؓ کو یمن کی طرف بھیجا اور (۲) دوسری حالت یہ ہے کہ حضورؐ وہاں حاضر ہوں اور وہ سرا اجتہاد کرے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ کا آپ سے اس طرح عرض کرنا اقضی بینھما وانت حاضر بتاتا ہے کہ حضورؐ کبھی صحابہؓ کے سامنے ہوتے تھے اور کبھی ان سے غائب ہوتے تھے اور صحابہؓ اس وقت آپ کو غائب میں سمجھتے تھے حاضر و ناظر نہ سمجھتے تھے جب آپ پاس ہوتے تو ان میں سے کوئی آگے بڑھنے کی ہمت نہ رکھتا جب صحابہؓ آپ سے دور ہوتے تو وہ آپ سے غائب ہوتے اور آپ ان سے غائب ہوتے کیا ہر جگہ حاضر ہونے والا بھی کسی سے غائب ہو سکتا ہے۔

وقد مات من الصحابۃ خلق کثیر وھم غائبون عنہ۔[2]

خدا کا شکر ہے کہ طالب علموں کو مسئلہ سمجھ میں آگیا اور انہوں نے اس بریلوی عقیدے کو اچھی طرح سمجھ لیا اور انہوں نے کہا ہمارے مولوی پراپیگنڈے میں اسی وقت تک چل سکتے ہیں کہ عوام اس مسئلہ کو سمجھتے نہیں اور ہمارے علماء جان کر ان کو سمجھاتے نہیں بس ایک بھیڑ کی بھیڑ ہے جو عقیدہ حاضر و ناظر کے نعرے لگا رہی ہے اور اس کا مطلب نہ یہ نعرے لگانے والے سمجھتے ہیں نہ لگوانے والے۔ ضعف الطالب والمطلوب۔ وماقدروا اللہ حق قدرہ۔

---

[1] ایضاً ص ۲۱۳ [2] عینی شرح صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۶۹

طلبہ چلے گئے اور اپنے پیچھے تنقیح مسئلہ کی یہ اچھی تفصیل چھوڑ گئے۔ افادۂ عوام کے لیے ہم نے اس پرانی یاد کو اس بحث میں شامل کر لیا ہے۔ اس تنقیح سے اس مسئلہ کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

بریلوی علماء کا عقیدہ بھی ہر جگہ حاضر و ناظر بالوجود الموجود کا نہیں

مولانا احمد سعید کاظمی (ملتان) کہا کرتے تھے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بسبدہ العنصری ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں مانتے۔ آپ حاضر و ناظر بالعلم ہیں کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے ذرے ذرے کا آپ کو علم ہے اور آپ اس کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

یہ اپنی جگہ سے ہر چیز کا مشاہدہ فرمانا اور خود ہر جگہ نہ ہونا اس کو ناظر تو کہا جا سکتا ہے حاضر نہیں۔ اگر آپ خود ہر جگہ موجود نہ ہوں صرف ذرے ذرے کو دیکھ رہے ہیں اسے حاضر و ناظر نہیں کہہ سکتے صرف ناظر کہیں تو یہ اور بات ہے۔

ان کے ایک پیر صاحب نے اس موضوع پر ایک رسالہ تنویر الخواطر لکھا ہے اس میں انہوں نے اپنے اس موقف پر اپنے خیال میں بہت سے دلائل دیئے ہیں ایک دلیل آپ بھی سن لیں، موصوف لکھتے ہیں :۔

قرآن مجید میں ابلیس لعین کے بارے میں ہے۔

انہ یراکم ھو و قبیلہ من حیث لا ترونھم۔ (پ۸ الاعراف ۲۷)

ترجمہ۔ بے شک ابلیس اور اس کا قبیلہ اس طرح سے تمہیں دیکھتا ہے کہ تم انہیں دیکھ نہیں سکتے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں :۔

یعنی ابلیس اپنے مقام سے ہی تمام روئے زمین کے انسانوں کو دیکھتا ہے اور اسی طرح سیدنا عزرائیل علیہ السلام کے بارے میں حدیث پاک میں آیا ہے

کہ تمام روئے زمین ان کے سامنے ایک طشتری کی طرح ہے وہ اپنے مقام سے ہی سب انسانوں اور حیوانوں کی ارواح قبض کرتے ہیں۔ سو یہ بات عقلاً بھی بعید نہیں کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مقام سے ہی سب کا مشاہدہ فرماتے ہوں۔[1]

دیکھئے بریلوی اپنے اس غلط عقیدے میں کس قدر پریشان اور سراسیمہ ہیں کہ انہیں حضورؐ کے ہر جگہ ناظر ہونے کا عقیدہ وضع کرتے ہوئے شیطان کی مثال پیش کرنے میں بھی کوئی حجاب نہیں ہوا۔ جب عقل ماری جاتی ہے تو گستاخ ابلیس اور پیغمبر میں بھی فرق نہیں کر پاتے۔

اس وقت ہم آپ کے ہر جگہ ناظر ہونے پر بحث نہیں کر رہے۔ آپ کے ہر جگہ حاضر ہونے یا نہ ہونے پر گفتگو ہو رہی ہے۔ یہاں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ بریلوی علماء خود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر اور موجود نہیں مانتے۔ تبھی تو یہ ناظر ہونے کی تاویل اختیار کر رہے ہیں

ناظر ہونا عیسائیوں کی ایک اصطلاح تھی جسے اب بریلویوں نے اپنا رکھا ہے۔ عیسائی لوگ کا ترجمہ غیب دان کرتے تھے جب دیہاتی عورتیں کسی تلاش میں کسی نبی کے پاس آتیں تو آپس میں کہتیں چلو غیب دان کے پاس چلیں[2] نبی کا ترجمہ غیب دان کرنا ان دنوں ان کا کام تھا اور ان دنوں بریلویوں کا یہ محبوب مشغلہ ہے۔

بریلویوں نے حاضر و ناظر کی بات حاضر سے ختم کر کے استدلال کا سارا بوجھ اب ناظر پر ڈال دیا ہے اور ناظر کا معنی یہ کیا ہے کہ آپ اپنی جگہ پر رہتے ہوئے کل کائنات کو دیکھ رہے ہیں۔ بریلوی بڑی مشکل سے اس مقام پر پہنچے ہیں۔

مگر افسوس کہ صاحب تنویر الخواطر نے انہیں اس عقیدہ پر بھی نہ رہنے دیا۔ مثل مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے اور جھوٹے کسی ایک بات پر نہیں جمتے ۔۔۔ موصوف علماء دیوبند

---

[1] تنویر الخواطر ص۱۱۵ [2] سموئیل باب ۹ ورس ۹ — ۱۰

پر برستے ہوئے لکھتے ہیں :۔

لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے یہ بہتان تراش مارا کہ بریلوی حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہر وقت عالم ماکان ومایکون مانتے ہیں۔ حاشا اللہ اہلسنت کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں[1]

جب ہر وقت عالم ماکان ومایکون نہیں تو ظاہر ہے کہ ہر وقت اور ہر آن ماکان ومایکون کے ناظر بھی نہ ہوں گے اور اس سے حاضر ناظر بالعلم ہونے کا عقیدہ بھی جاتا رہا۔

مخالف لشکروں سے تصادم تو دنیا دیکھتی ہی آئی ہے لیکن اپنے آپ سے تصادم اور اپنی مذہبی خودکشی کا یہ منظر شاید اب تک اس سے زیادہ کسی نے نہ دیکھا ہو۔

آنحضرتؐ کا اپنے لیے لفظ غائب کا استعمال

آنحضرتؐ کی باندی ماریہ قبطیہؓ کے چچازاد بھائی حضرت مابورؓ تھے مصری رواج کے مطابق ان کا اپنی بہن کے ہاں آنا جانا رہتا۔ منافقین نے اسے کچھ اور رنگ دے دیا آنحضرتؐ کا بھی یہی خیال ہوا۔ یہاں تک کہ آپؐ نے مابور کے قتل کا حکم دے دیا۔ حضرت علیؓ نے آپ کو آکر بتایا کہ مابور مرد نہیں اور انہوں نے اسے قتل نہ کیا۔ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا :۔

الشاھد یری مالا یری الغائب[2]

ترجمہ۔ جا کر دیکھنے والا وہ چیز دیکھ لیتا ہے جسے غائب نہیں دیکھ رہا ہوتا۔

اس حدیث میں آپ نے اپنے لیے غائب کا لفظ استعمال کیا ہے اور حضرت علیؓ کے لیے شاہد کا۔ جو وہاں گئے تھے اور صورت حال دیکھ آئے تھے۔

فکف علیؓ عنہ ثم اتی النبیؐ فقال یا رسول اللہ انہ لمجبوب[3]

---

[1] تنویر الخواطر ص ۲۱ [2] مسند امام احمد ص اسنادہ رجال ثقات البدایہ جلد ۵ ص ۳ [3] صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۶۸

ترجمہ. پس حضرت علیؓ اس سے رُک گئے اور آنحضرتؐ کی خدمت میں آکر عرض کی کہ وہ تو مرد نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہوتے تو اپنے ذات کے لیے کبھی غائب کا لفظ استعمال نہ کرتے۔ حضرت علیؓ مجتہد تھے اور مجتہد کی نظر علت پر ہوتی ہے وہ علت پر نظر کرکے اگر کبھی خلاف نص کرے تو اسے نص کا مخالف نہ جاننا چاہیئے اور جو کچھ ہوا حضورؐ کی زندگی میں ہوا اور آپ نے بھی حضرت علیؓ کو اس خلاف نص اجتہاد پر کچھ توبیخ نہ فرمائی۔

سلف صالحین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غائب کا لفظ بولنے میں کوئی باک نہ سمجھتے تھے جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن المسیبؒ (۹۳ھ) روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ فوت ہوئیں تو حضورؐ اس وقت مدینہ میں نہ تھے۔ آپ واپس آئے تو آپ نے اس کی قبر پر پھر سے نماز پڑھی ملا علی قاریؒ سے ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:-

والولی الاعادۃ او کانت من خواصہ ولقول سعید بن المسیب ان ام سعد ماتت والنبی صلی اللہ علیہ وسلم غائب فلما قدم صلی علیہا ..... وقد مضیٰ لذلک شہر[1]

ترجمہ. ولی کو جنازہ دوبارہ پڑھنے کا حق حاصل ہے یا آپ کو یہ خصوصی حق حاصل تھا اور حضرت سعید بن المسیبؒ کی روایت بھی ہے کہ جب ام سعدؓ کا انتقال ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود نہ تھے غائب تھے جب آپ آئے تو اس کی قبر پر آئے اور اس پہ پھر نماز پڑھی اور اس پر ایک ماہ گزر چکا تھا۔

---

[1] رواہ البیہقی وقال ہو مرسل صحیح وقد روی موصولا عن ابن عباس والمشہور ہو المرسل وہو مقبول عندنا کما فی شرح النقایہ جلد ۱ ص۱۳۱ طبع دیوبند

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کی نمازِ جنازہ پڑھاتے تو دُعا میں کہتے :۔

اللّٰھم اغفر لحیّنا ومیّتنا وشاھدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا و ذکرنا وانثانا۔

ترجمہ۔ اے اللہ تو بخش دے ہمارے زندوں کو اور ہمارے مُردوں کو اور ان کو جو ہمارے پاس ہیں اور ان کو جو ہم سے غائب ہیں۔

اگر کچھ لوگ آپ سے غائب ہوتے تھے جن کے لیے آپ دعا کر رہے ہوتے تھے تو آپ بھی تو ان سے غائب ہوتے ہوں گے اگر وہ لوگ آپ سے غائب تسلیم کر لیے جائیں تو آپ کو بھی تو ان سے غائب تسلیم کرنا پڑے گا۔ پھر کہاں گیا بریلویوں کا حضورؐ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ۔ آنحضرتؐ نے خطبہ عرفات میں بھی فرمایا تھا :۔

فلیبلغ الشاھد الغائب[1]

ترجمہ۔ جو یہاں ہمارے پاس حاضر ہے وہ ہماری یہ باتیں ان تک پہنچا دے جو ہم سے غائب ہیں

آنحضرتؐ اپنے سے قریب و بعید کے فاصلوں کا برابر لحاظ رکھتے تھے نماز پڑھاتے بھی یہ صورت قائم کرتے کہ بڑی عمر کے اور سنجیدہ لوگ آپ کے قریب کھڑے ہوں۔

اگر آپ کا حضور و شہود ہر جگہ برابر اور یکساں ہوتا تو آپ شاہد و غائب کے اس فرق کو کبھی اپنے ہاں جگہ نہ دیتے۔ بھلا حاضر و ناظر بھی کبھی اس طرح قریب و بعید کے فاصلوں کا لحاظ کرتا ہے۔

اس قسم کی روایات آپ کو متعدد ملیں گی بصورت مجموعی مضمون تواتر کو پہنچا ہوا ہے۔

اب کوئی ملنگ یہ عقیدہ اختیار کرتا ہے کہ آنحضرتؐ بالوجود موجود ہوتے تھے تو اس کا جواب حساب کے دن اس کے ذمہ ہوگا۔ ہم اپنی بساط کے مطابق اس کی وضاحت کر چکے۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

---

[1] صحیح بخاری جلد ۱ صـ۱۹

علمِ غیب

اس علم کا نام ہے جو کسی کا عطا کردہ نہ ہو

علمِ غیب کی کوئی قسم عطائی نہیں

مقدمہ

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ. امّا بعد،

غیب کے مقابلے میں لفظ شہود ہے. شہود کے معنی دکھائی دینا اور غیب کے معنی دکھائی نہ دینا ــــ جو جہاں ہمیں دکھائی دے رہا ہے وہ عالم شہادت ہے اور جو دکھائی نہیں دے رہا وہ عالم غیب ہے. یہ دکھائی دینے اور دکھائی نہ دینے کی نسبتیں ہمارے لیے ہیں اللہ کے لیے نہیں. یؤمنون بالغیب اللہ سے ڈرنے والے بن دیکھے ایمان لاتے ہیں. اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں.

اللہ عالم الغیب والشہادہ کس نسبت سے

جب ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے. کہ ہر وہ چیز جو بندوں سے غائب ہے اور جو بندوں کے سامنے ہے وہ اسے جانتا ہے. ہم جو یہ الفاظ بولتے ہیں تو بندوں کی نسبت سے بولتے ہیں. ورنہ وہ کون سی چیز ہے جو خدا کے سامنے نہیں. ہم اسے عالم الغیب اپنی نسبت سے کہتے ہیں کہ جو کچھ ہم سے غائب ہے وہ اسے بھی دیکھنے والا ہے اور شہادت تو ہے ہی.

کشف میں غیب سے پردہ اُٹھتا ہے

غیب اور شہود میں ایک پردہ ہے. کبھی یوں ہوتا ہے کہ وہ پردہ اُٹھ جاتا ہے یہ کشف ہے. کشف سے عالم غیب پردے میں نہیں رہتا شہادت میں آجاتا ہے. کشف سے غیب کی بات جاننے والے کو اس کا علم نہیں دیا جاتا اس کا منظر دکھایا جاتا ہے جسے دیکھ کر وہ اسے جان لیتا ہے. یہ غیب جاننا پردے کے اُٹھنے کے واسطہ سے ہے علم دینے

جانے کی راہ سے نہیں۔ اطلاع علی الغیب اور کشف عن الغیب میں جوہری فرق ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

عالمِ غیب کی کشفی جھلکیاں

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے واپس ہوئے اور آپ نے اپنے راتوں رات بیت المقدس جانے کا واقعہ بیان کیا تو مشرکین آپ سے بیت المقدس کے خدوخال پوچھنے لگے اللہ رب العزت نے بیت المقدس کا نقشہ آپ کے سامنے کر دیا اس کا پردہ اُٹھا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے جاتے تھے اور بتاتے جاتے تھے۔ یہ آپ کی غیب پر اطلاع نہ تھی کشف عن الغیب تھا۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تھے اور آپ کا ارسال کردہ ایک لشکر بمقام مؤتہ کفار سے لڑ رہا تھا۔ مسلمانوں کے سالار حضرت زیدؓ۔ حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہؓ باری باری شہید ہو گئے اور اب کمان حضرت خالد بن ولیدؓ نے سنبھال لی۔

آنحضرتؐ نے کشفی طور پر اس منظر کو دیکھا اور آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ کو اس غیبی واقعہ کی خبر نہ دی گئی تھی۔ درمیان کے پردے اُٹھا دیئے گئے تھے اور آپ نے بدوں اس کا علم دیئے جانے کے — اس حال کو خود دیکھا۔

(۳) دُنیا میں جنّت اور دوزخ کی ایک جھلک

حضرت انسؓ کہتے ہیں ایک دفعہ آنحضرتؐ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا:۔

لقد رأیت الآن منذ صلیت بکم الصلوٰۃ الجنۃ والنار ممثلتین فی قبلۃ ھذا الجدار۔[1]

---

[1] صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۰۳

ترجمہ. میں نے ابھی جب تمہیں نماز پڑھائی جنت اور دوزخ کو اس دیوار کی سمت قبلہ میں پھیلے دیکھا ہے۔

انه صورة لي الجنة والنار حتى رايتهما وراء الحائط۔[1]

ترجمہ. جنت اور دوزخ میرے لیے متشکل ہوئیں یہاں تک کہ میں نے انہیں اس دیوار کے پیچھے پھیلے دیکھا۔

صحیح مسلم میں ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ کی روایت سے یہ الفاظ بھی ملتے ہیں :۔

رأيت في مقامي هذا كل شيء وعدتم حتى لقد رأيتني ارمد ان اخذ قطفاً من الجنة حين رأيتموني جعلت اقدم۔[2]

ترجمہ. میں نے اپنے کھڑا ہونے کی اس جگہ ہر چیز دیکھی جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ میں نے اپنے آپ کو اس طرح دیکھا کہ میں نے جنت کے پھلوں کے کسی خوشے کو پکڑنے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب تم نے مجھے کچھ آگے بڑھتے دیکھا۔

یہ اس عالم شہادت میں عالم غیب کی ایک جھلک ہے جو آپؐ نے بارہا بتِ الٰہی دیکھی۔ جنت و دوزخ، ملائکہ اور عرش و کرسی عالم غیب کی چیزیں ہیں اس جہاں کی نہیں ـــــ دریا علم کی مثالی صورت ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ یہ عالم غیب کی چیزیں دریائے علم کے آئینہ میں منعکس ہوں اور عالم شہادت کے رہنے والے انہیں یہاں دیکھ پائیں۔

⑷ زمین پر آسمانی باتوں کا سنا جانا

صرف زمین کے نہیں آپ کے لیے بعض دفعہ ملاء اعلیٰ کے پردے بھی اٹھے اور آپ نے فرشتوں کو آپس میں باتیں کرتے پایا اور آپ نے وہ باتیں یہاں بیان کیں۔ یہ غالباً خواب

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ صـ ۹۴۱، حدیث ۱۰۵۰ [2] صحیح مسلم جلد ۱ صـ ۲۹۶

کا ایک واقعہ ہے۔

ملاء اعلیٰ میں فرشتے مذاکرہ میں تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ سے پوچھا فرشتے آپس میں کس بات میں جھگڑ رہے ہیں؟ آنحضرتؐ نے عرض کی میں نہیں جانتا۔ اپنے سے علم غیب کی نفی کی۔ آپ کہتے ہیں اللہ رب العزت نے اپنے بے مثل ہاتھ کو میرے دو شانوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں محسوس کی اور پھر میں نے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جانا۔ اللہ رب العزت نے پھر پوچھا کیا تم جانتے ہو ملاء اعلیٰ کے رہنے والے کس بات میں آپس میں تکرار کر رہے ہیں؟ اب میں نے ہاں میں جواب دیا اور کہا کہ وہ کفارات کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کر رہے ہیں:۔

هل تدری فیم یختصم الملاء الاعلیٰ قال قلت لا قال فوضع یده بین کتفی حتی وجدت برد ما بین ثدی فعلمت ما بین السموات والارض قال یا محمد تدری فیم یختصم الملاء الاعلیٰ قلت نعم فی الکفارات[1]

ترجمہ: کیا آپ جانتے ہیں اوپر والے کس بات میں بحث کر رہے ہیں میں نے نہیں آپ نے کہا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے مابین رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں محسوس کی اس سے میں نے جان لیا جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا یہ اوپر والے کس بات میں بحث کر رہے ہیں میں نے کہا ہاں یہ ان امور میں باتیں کر رہے ہیں جن سے گناہ جھڑتے ہیں۔

یہ عالم غیب کی کشتی جھلک تھی جو آپ نے دیکھی اور آپؐ کے سامنے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔

---

[1] جامع ترمذی جلد ۲ ص ۱۵۶

عالمِ شہادت کی مخفی جہات

① کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص سامنے ہے اس کے دل کا فوٹو بھی لیا جا رہا ہے مگر اس کے دل کی بات اس کے دل کے اندر ہی ہے۔ قرآن کریم (پ ۱۲ سورۃ ہود رکوع ۶) میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے انسانی شکل میں آئے۔ حضرت ابراہیمؑ کو وہ عالمِ خواب میں نہیں عالمِ شہادت میں دکھائی دیئے۔ مگر ان کا فرشتہ ہونا پھر بھی حضرت ابراہیمؑ سے مخفی رہا جب تک کہ انہوں نے خود نہ کہا۔

انا ارسلنا الیٰ قوم لوط۔ ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

② آگ نہ تھی ذاتِ باری کی ایک تجلی تھی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے آگ سمجھا وہ ذاتِ باری کی ایک تجلی تھی آگ پتوں کو جھلس کر رکھ دیتی ہے لیکن اس تجلی سے درخت کے پتوں پر تازگی اور بڑھتی تھی موسیٰ علیہ السلام اسے جان نہ سکے۔ جب تک کلام خود جلوہ پیرا نہ ہوا۔

③ جبریل ایک عام انسان کی ادا میں

حضرت مریمؑ کے پاس حضرت جبریلؑ ایک عام انسانی شکل میں آئے لیکن ان کا فرشتہ ہونا آپ پر مخفی رہا۔ آپ اسے حیرت زدہ ہو کر دیکھتی ہیں

قالت انی اعوذ بالرحمٰن منک ان کنت تقیا۔ (پ ۱۶ مریم آیت ۱۸)

ترجمہ۔ مریمؑ نے کہا میں تجھ سے خدا کی پناہ میں آتی ہوں اگر تجھے خدا کا خوف ہے۔

حضرت مریمؑ سے اُس کا فرشتہ ہونا مخفی تھا۔ یہاں تک کہ اس نے پھر خود بتایا اس نے کہا:۔

قال انما انا رسول ربك لاهب لك غلاما زكيا. (پ۱۶ مریم آیت ۱۹)

ترجمہ. انہوں نے کہا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تجھے ایک پاکیزہ بیٹے کی خبر بخشوں.

⑭ حضرت جبریلؑ ایک عام بدوی کی ادا میں

حضرت جبریلؑ جب ایک عام بدوی کی ادا میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے. اور ایمان. اسلام. احسان اور قیامت کے بارے میں سوال کیئے تو انہیں کوئی نہ پہچانتا تھا کہ یہ حضرت جبریل ہیں. آنحضرتؐ نے فرمایا.

والذی بعث محمداً بالحق هدیً وبشیراً ما کنت اعلم به من رجل منکم وانه لجبریل علیه السلام نزل فی صورة دحیه الکلبی[1]

ترجمہ. قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ ہدایت اور بشارت بنا کر بھیجا میں تم میں سے اسے کسی دوسرے سے زیادہ جاننے والا نہ تھا یہ بے شک حضرت جبریل تھے جو دحیہ کلبی کی صورت میں اترے تھے.

حضرت مریمؑ سے فرشتہ ہونا مخفی رہا

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جو چیز ہم سامنے دیکھ رہے ہیں وہ اگر چند جہات سے ہمارے سامنے ہے تو اس کی لاتعداد جہات ایسی بھی ہوں گی جو ہم سے مخفی ہوں گی. مرئی چیز کا کوئی پہلو پردے میں نہ رہے یہ صرف علم محیط کی شان ہے اور علم محیط خاصہ باری تعالیٰ ہے.

---

[1] سنن نسائی جلد ۲ صـ ۲۲۶ کتاب الایمان والشرائع

غیب وہ ہے جو بندوں سے غائب ہو

ہم پیچھے کہہ آئے ہیں کہ غیب کا لفظ جہاں بھی استعمال ہو وہ بندوں کی نسبت سے ہوتا ہے ـــ ورنہ وہ کون سی چیز ہے جو خدا سے غائب ہو ـــ اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب والشہادہ اسی معنی میں کہتے ہیں کہ وہ اس چیز کو بھی جانتا ہے جو بندوں کے سامنے ہے اور اسے بھی جانتا ہے جو بندوں سے غائب ہو۔ غیب و شہود بندوں کی نسبت سے ہیں۔ اللہ رب العزت سے کوئی چیز غائب نہیں۔ اس کے اس نسبت کے اطلاق پر ہمارے پاس صدیوں کی شہادت موجود ہے۔

① آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہؓ سے مروی ہے کہ غیب وہ ہے جو بندوں سے غائب ہو۔

عن اناس من اصحاب النبیؐ اما الغیب فما غیب عن العباد ـــ من امر الجنۃ وامر النار[1]

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہؓ سے مروی ہے کہ غیب وہ ہے جو بندوں سے غائب ہو ـــ یہ جنت اور دوزخ کے امور ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ بھی فرماتے ہیں:۔

(عالم الغیب) ما غاب عن العباد ویقال ما یکون (والشہادۃ) ما علمہ العباد ویقال ما کان[2]

ترجمہ: غیب اسے کہتے ہیں جو بندوں سے غائب ہو اور ریاس پر بولا جاتا ہے جو چیز ابھی ہونیوالی ہو اور شہادت (سامنے ہونا) اسے کہتے ہیں جسے بندوں نے جان لیا ہو اور اس پر بولا جاتا ہے جو چیز ہو چکی ہو۔

② مفسر کبیر حافظ ابن جریر (۳۱۰ھ) لکھتے ہیں:۔

عالم ما غاب عن ابصار خلقہ فلم یروہ[3]

---

[1] تفسیر ابن کثیر جلد ۱ ص ۴۱ [2] تنویر المقیاس جلد ۲ ص ۱۹۲ [3] تفسیر ابن جریر جلد ۲۹ ص ۱۹

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ اس چیز کو جاننے والا ہے جو اس کی مخلوق کی آنکھوں سے غائب ہے اور وہ اسے دیکھ نہ پائے۔

(۳) آیئے اب اگلی صدی میں چلیں۔ ابو منصور عبدالملک بن محمد الثعالبی (۴۲۹ھ) لکھتے ہیں:۔

کل ما غاب عن العیون وکان محصلاً فی القلوب فھو غیب۔[1]

ترجمہ۔ ہر وہ چیز جو آنکھوں سے غائب ہو اور دلوں میں اس کی حقیقت کا اقرار ہو وہ غیب ہے۔

(۴) علامہ راغب اصفہانی (۵۰۲ھ) لکھتے ہیں:۔

استعمل فی کل غیب عن الحاسۃ ..... یقال للشئ غیب وغائب باعتبار الناس لا باللہ تعالیٰ فانہ لا یغیب عنہ شئ۔[2]

ترجمہ۔ غیب کا لفظ ہر اس چیز کے لیے آتا ہے جو حواس سے غائب ہو ..... کسی چیز کو غیب یا غائب بندوں کی نسبت سے کہا جاتا ہے خدا کی نسبت سے نہیں کیوں کہ اس سے تو کوئی چیز غائب نہیں ہے۔

چھٹی صدی کے جلیل القدر مفسر امام فخر الدین الرازی (۶۰۶ھ) کی شہادت بھی لیجیے:۔

قول الجمہور المفسرین ان الغیب ھو الذی یکون غائباً عن الحاسۃ ثم ھذا ینقسم الی ما علیہ دلیل والی ما لا دلیل علیہ۔[3]

ترجمہ۔ جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ غیب وہ ہے جو انسانی حواس سے غائب ہو پھر یہ دو قسموں پر ہے۔ ۱۔ جس پر ظاہری دلیل دی جا سکے اور وہ ۲۔ جس پر دلیل قائم نہ ہو۔

آیئے اب ساتویں صدی میں چلیں۔ علامہ ابوالفتح ناصر المطرزی (۶۱۶ھ) لکھتے ہیں:۔

الغیب ما غاب عن العیون وان کان محصلاً فی القلوب۔[4]

ترجمہ۔ غیب وہ ہے جو آنکھوں سے غائب ہو گو اس کی حقیقت کا اقرار دل میں موجود ہو۔

---

[1] فقہ اللغۃ ص [2] المفردات ص [3] تفسیر کبیر جلد ۱ ص [4] المغرب جلد ۲ ص ۸۲

مشہور مفسر قاضی بیضاوی (۶۸۲ھ) لکھتے ہیں:۔

والمراد به الخفی الذی لایدرکه الحس ولا یقتضیه بداهة العقل وهو قسمان قسم لادلیل علیه وهو المعنی بقوله تعالیٰ وعنده مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو وقسم نصب علیه دلیل کالصانع وصفاته والیوم الآخر واحواله وهو المراد به فی الآیة۔[1]

ترجمہ: غیب سے مراد وہ مخفی چیز ہے جسے نہ حواس پا سکیں اور نہ بداہت عقل اسے ثابت کرتی ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہے جو کسی طرف سے معلوم نہ ہو پائے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد (کہ غیب کے خزانے اسی کے پاس ہیں انہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا) میں وہی مراد ہے اور دوسری قسم وہ ہے۔ جس پر دلائل قائم ہیں جیسے پیدا کرنے والے کو اور اس کی صفتوں کو جاننا اور قیامت اور اس کے احوال پر اطلاع پا لینا۔ اس آیت (یومنون بالغیب) میں مراد یہ غائب ہے۔

کسی اللہ کے بندے پر کچھ غیب کھل جائیں اور کچھ باقی رہیں جنہیں اس کی حس نہ پا سکے تو بھی اس کے لیے غیب کا دائرہ باقی رہا اور اس کی عبدیت بھی قائم رہی ــــ ماغاب عن العباد کا ضابطہ اپنی جگہ قائم رہا۔ قاضی بیضاوی ایک دوسرے مقام پر نبی کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

ویجوز ان یطلع علیٰ بعض الغائبات من غیر سابقة تعلیم وتعلم۔[2]

ترجمہ: اور جائز ہے کہ نبی بغیر کسی پہلی تعلیم کے اور سیکھنے کے بعض غیبی باتوں پر اطلاع پا جائے۔

علامہ نسفی (۶۸۶ھ) اللہ تعالیٰ کی صفت عالم الغیب والشہادہ کا یہ معنی بیان کرتے ہیں:۔

(عالم الغیب) مایغیب عن الناس (والشهادة) مایشاهدونه۔[3]

---

[1] تفسیر بیضاوی [2] مطالع الانظار شرح طوالع الانوار ص ۴۰۸ [3] مدارک جلد ۲ ص ۱۹۲

اور ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :۔

وللہ غیب السمٰوات والارض ای یختص بہ علم ما غاب فیہما عن العباد وخفی علیہم علمہ [1]

ترجمہ۔ اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمان اور زمین کا غیب ـــ اس کا مطلب یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بندوں سے غائب ہے اور ان سے پردے میں ہے اس کا علم اللہ ہی سے مختص ہے۔

اور بندوں کو جو کچھ دلائل و شواہد سے پتہ چلے وہ ظن سے آگے کی چیز نہیں اور اس کا نام غیب نہیں رکھا جا سکتا۔

وما یدرک بالدلیل لا یکون غیبًا علی انہ مجرد الظن والظن غیر العلم [2]

آیئے اب آٹھویں صدی میں چلیں۔ حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں :۔

اما الغیب فما غاب عن العباد من امر الجنۃ والنار وما ذکر فی القرآن۔ [3]

ترجمہ غیب اسے کہتے ہیں جو بندوں سے غائب ہو جیسے جنت اور دوزخ کے معاملات اور وہ باتیں جو (اس جہان کی) قرآن میں ذکر کی گئی ہیں۔

ان امور کو ہم یہاں نہ اپنے حواس سے پا سکتے ہیں نہ اپنی عقل سے ان کا ادراک کر سکتے ہیں۔

وقال عطاء وابن ابی رباح من امن باللہ فقد امن بالغیب [4]

علامہ تفتازانی (۷۹۲ھ) لکھتے ہیں :۔

وبالجملۃ العلم بالغیب امر تفرد بہ اللہ تعالیٰ لا سبیل الیہ للعباد الا باعلام منہ او الہام بطریق المعجزۃ او الکرامۃ او ارشاد الی الاستدلال بالامارات فیما یمکن فیہ ذلک [5]

ترجمہ۔ حاصل اینکہ علم غیب ایسی چیز ہے جو اکیلے اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے

---

[1] مدارک جلد ۲ ص ۲۲۶ [2] تفسیر مدارک جلد ۲ ص ۱۲۴۱ [3] تفسیر ابن کثیر جلد ۱ ص ۴۱ [4] ایضاً [5] شرح عقائد ص ۱۲۲

بندوں کے لیے اس تک پہنچنے کی کوئی راہ نہیں مگر یہ کہ وہی اس میں سے کچھ بتادے۔ یہ بتانا معجزہ یا کرامت کی راہ سے ہوگا یا اس پر جہاں تک ہو سکے علامات سے استدلال کیا جا سکے۔

اب نویں صدی میں چلیں۔ امام لغت علامہ مجد الدین فیروز آبادی (۸۱۶ھ) لکھتے ہیں:۔

الغیب کل ماغاب عنك۔[1]

ترجمہ۔ غیب ہر وہ چیز ہے جو تجھ سے غائب ہو۔

اب اگلی صدی میں چلیے۔ حافظ بدر الدین العینی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:۔

فاذا کان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام لا یعلمون فغیر جائز ان یصح دعوی غیرہم من کاھن او منجم العلم وانما یعلم الانبیاء من الغیب ما اعلموا بہ بوجہ من الوحی۔[2]

ترجمہ۔ پس جب انبیاء کرام بھی غیب نہیں جانتے تو دوسروں کا دعویٰ علم غیب وہ کاہن ہوں یا نجومی کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ اور انبیاء بھی غیب کی وہی بات جانتے ہیں جو انہیں وحی کے ذریعہ اس کا کوئی انداز کیوں نہ ہو بتلائی جائے

دسویں صدی کے جلیل القدر مفسر خطیب شربینی (۹۷۷ھ) سے بھی اسکی شہادت لیجیے۔

وللہ لا لغیرہ غیب السموات والارض وھو ما غاب عن العباد بان لم یکن محسوسا ولم یدل علیہ محسوس۔[3]

ترجمہ۔ اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کا غیب۔ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ اور کسی کے پاس نہیں اور غیب سے مراد وہ ہے جو بندوں سے غائب ہو وہ کسی طرح حواس میں نہ آئے اور نہ اس پر کوئی محسوس چیز دلالت کرے (جیسے دھواں آگ پر دلالت کرے تو آگ غیب نہ رہے گی)۔

---

[1] القاموس جلد ۱ صـ۱۲ [2] عینی علی البخاری جلد ۱۱ صـ۲۱ [3] السراج المنیر جلد ۲ صـ۲۵

شارح بخاری علامہ قسطلانی (۹۲۳ھ) لکھتے ہیں:۔

ای انہ تعالیٰ یعلم ماغاب عن العباد من الثواب والعقاب والاعمال والاحوال [1]

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو چیز بندوں سے غائب ہو۔ اعمال کے ثواب و عقاب اور اوقات و احوال کہ ایسا ہونا کب ہوگا اور اس کے حالات کیا ہوں گے

دسویں صدی کے مجدد امام ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) علیہ رحمۃ ربہ الباری۔

ما اظھرہ اللہ علیٰ بعض احبائہ لوحۃ علمہ وخرج ذلک عن الغیب المطلق وصار غیبا اضافیا [2]

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ اپنے کچھ دوستوں پر اپنے لوحہ علم سے کچھ ظاہر فرمادے یہ بات غیب مطلق سے نکل جاتی ہے اب یہ غیب اضافی ہے۔

غیب اضافی میں بتلانے والے کا نام ساتھ چلے گا یہ نہیں کہ اس کے بغیر کہا جا سکے کہ خدا کا یہ دوست غیب جانتا ہے۔ اس کی بجائے یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے کو یہ غیب کی بات بتلائی ہے۔

اسلام کی دس صدیوں تک غیب کا یہی معنی سمجھا گیا کہ غیب وہ چیز ہے جو بندوں سے غائب ہو۔ اس میں کسی اور معنی کی گنجائش نہیں دیکھی گئی لیکن گیارہویں صدی میں شیخ عبدالکبیر صینی نے اسے غیب کے معنی میں لیا اس پر امام ربانی مجدد الف ثانی (۱۰۳۴ھ) سخت برہم ہوئے۔ آپ نے فرمایا:۔

فی الحقیقت تکذیب است مرحق را۔ غیب را معنی دیگر گفتن از شناعت برنمے آرد کبرت کلمۃ تخرج عن افواھھم [3]

ترجمہ۔ یہ حقیقت میں اللہ رب العزت کو جھٹلانا ہے غیب کے کچھ اور معنی کرنا قائل کو برائی سے نہ بچا سکے گا۔ یہ بہت بڑی جسارت کی بات ہے جو ان لوگوں

---

[1] ارشاد الساری جلد ۱ ص ۲۹۵ [2] مرقات جلد ۱ ص ۶۲ [3] مکتوبات مکتوب نمبر ۱۰۰

کے منہ سے نکل رہی ہے۔

آیئے اب آپ کو بارہویں صدی میں لے چلیں۔ علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی (۱۱۲۲ھ) کہتے ہیں کہ غیب وہی ہے جو بندوں سے غائب ہو

ماغاب عن العباد۔[1]

علامہ اسماعیل حقی (۱۱۳۷ھ) بھی یؤمنون بالغیب کے تحت لکھتے ہیں :۔

وھو ما غاب عن الحس والعقل[2] غیب وہ ہے جو حس اور عقل میں نہ آئے۔

تیرہویں صدی میں بھی آپ غیب کا یہی ایک معنی سُنیں گے۔ شارح قاموس علامہ مرتضیٰ الزبیدی (۱۲۰۵ھ) لکھتے ہیں :۔

وقد تکرر فی الحدیث ذکر الغیب وھو کل ما غاب عن العیون سواء کان محصلاً فی القلوب او غیر محصل۔[3]

ترجمہ۔ حدیث میں غیب کا ذکر بار بار آیا ہے وہ پردہ کی چیز ہے جو آنکھوں سے غائب ہو دلوں میں اس کا اقرار ہو یا نہ ہو۔

تیرہویں صدی کے جلیل القدر مفسر و فقیہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۱۲۲۵ھ) قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ کے تحت لکھتے ہیں :۔

الغیب یعنی ما غاب عن مشاعرھم ولم یقم علیہ دلیل عقلی[4]

ترجمہ۔ غیب سے مراد وہ چیز ہے جو انسانوں کے حواس سے غائب ہو اور اس پر کوئی عقلی دلیل قائم نہ ہو سکے۔

اس صدی کے دوسرے جلیل القدر امام علامہ سید محمد آلوسی (۱۲۷۰ھ) بھی کہتے ہیں غیب وہی ہے جسے مخلوقات میں سے کوئی نہ جانے۔

بالجملہ علم الغیب بلا واسطۃ کلاً او بعضاً مختص باللہ جل وعلا

---

[1] زرقانی شرح مواہب جلد ۷، صـ ۱۹۹ [2] تفسیر روح البیان جلد ۱ صـ [3] تاج العروس جلد ۱ صـ ۴۱۶ [4] تفسیر مظہری صـ ۱۲۶

لا یعلمہ احد من الخلق اصلاً۔[1]

ترجمہ۔ خلاصہ یہ کہ بلا واسطہ کسی غیب کی چیز کو جاننا کل ہو یا بعض یہ صرف اللہ جل وعلا کے ساتھ مخصوص ہے اسے مخلوقات میں سے کوئی نہیں جانتا۔

اب چودھویں صدی میں چلیں شیخ صابونی (ھ) لکھتے ہیں:۔

الغیب ماغاب الحواس وکل شیء مستور فھو غیب کالجنۃ والنار والحشر والنشر قال الراغب الغیب مالا یقع تحت الحواس۔[2]

ترجمہ۔ غیب ہے حواس انسانی کی گرفت میں نہ ہو ہر چھپی چیز غیب ہے جیسے جنت اور دوزخ حشر ونشر کے حالات علامہ راغب نے کہا ہے غیب وہ چیز ہے جو حواس میں نہ آئے۔

اسلام میں غیب کے اُصولی تقاضے

جس طرح ہم اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب والشہادہ ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ اسی طرح ہم عالم غیب اور عالم شہادۃ پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ جو کچھ ہمیں نظر آرہا ہے اور اس کی اللہ تعالیٰ نے وحی والہام سے اپنے بندوں کو خبر دی ہے وہ عالم غیب ہے۔ ہم اس جہاں میں رہتے ہوئے مکلف ہیں کہ اُس عالم غیب پر ایمان لائیں جس کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے خبر دی ہے۔ اس اعتبار سے اسلام میں غیب کی بہت اہمیت ہے اور اسے مانے بغیر کوئی شخص ایمان کا دعوے دار نہیں ہو سکتا۔ عالم شہادت کو ماننا مشاہدہ ہے اور عالم غیب کو ماننا ایمان۔

ایمان اور غیب کا آپس میں ربط اور تعلق

آپ سامنے کسی چیز کو دیکھیں اسے ایمان نہیں کہتے یہ مشاہدہ ہے اسے مانیں۔ جو چیز

---

[1] روح المعانی جلد ۱۰ صـ۱۲ [2] صفوۃ التفاسیر جلد ۱ صـ۳۱

بندوں سے غائب ہے یہ ایمان ہے ـــــ اسے کیوں مانیں؟ اسے اس لیے مانیں کہ ان امور کی پیغمبروں نے ہمیں خبر دی ہے اور ان کو اللہ رب العزت نے وحی والہام سے اس جہاں پر اطلاع بخشی ہے۔ سو ایمان تبھی قائم ہوگا کہ کچھ حقیقتیں نظروں سے غائب رہیں اور ہم انہیں بن دیکھے محض پیغمبروں کی تصدیق سے تسلیم کریں۔ قرآن کریم میں اسے ایمان کا اصل الاصول قرار دیا گیا ہے۔

ذٰلك الكتاب لاريب فيه هدى للمتقين الذين يؤمنون بالغيب۔

(پ البقرہ آیت ۳)

ترجمہ۔ وہ (بلند مرتبہ) کتاب۔ کوئی شک کی جگہ نہیں اس میں۔ ہدایت ہے ڈر والوں کے لیے جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں۔

کیا پیغمبر ایمان سے سرفراز ہوتے ہیں؟

یہ صحیح ہے کہ پیغمبروں پر وحی آتی ہے اور انہیں بہت سی غیبی حقیقتوں پر مطلع کیا جاتا ہے اور وہ انہیں بنا پر اطلاع خداوندی بن دیکھے مانتے ہیں۔ ایمان بالغیب کی آسمانی خلعت ان پر اُترتی ہے اور انہیں اپنے بارے میں خدا کے بندے ہونے کا یقین ہوتا ہے ـــ اور ماغاب عن العباد کو وہ اطلاع خداوندی سے تسلیم کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ ان حضرات (انبیاء کرام) کا ایمان ہے اور یہ بن دیکھے ایمان ہے۔

اس بیان کی رُو سے رسالت، عبدیت عباد سے بعض امور کا حسًا غائب ہونا اور ان کا ان پر ایمان لانا، یہ سب حقیقتیں آپس میں متقارب اور مرتب ہیں۔ پیغمبر اگر بندے نہ ہوں اور کچھ امور اُن سے غائب نہ ہوں تو وہ ایمان بالغیب کیسے پا سکیں اور ان پر ان کا ایمان لانا کیسے ہو سکے گا، اور وہ بنی آدم کو اپنی نبوت و رسالت کی کیسے دعوت دے سکیں گے؟ ـــــ جب ایمان بن دیکھے ان حقیقتوں کو مانتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بتائیں تو اگر انبیاء ان کو بن دیکھے ماننے والا نہ سمجھا جائے اور انہیں ہر جگہ برابر حاضر و ناظر مانا جائے تو کیا یہ ان سے ایمان کی نفی نہ ہوگی۔ ایمان تو

ہے ہی بن دیکھے ماننے کا نام ـــــ اور اگر ان سے کوئی چیز بھی غائب نہ ہو تو کیا یہ ان کی عبدیت کی نفی نہ ہوگی؟ وہ ما غاب عنہ العباد کو ماننے والے کیسے قرار دیئے جا سکیں گے؟ ـــــ سو علم وغیب اور حاضر و ناظر یہ وہ دو عقیدے ہیں جن سے بالآخر ان کی نبوت و رسالت اور پھر ان کے ایمان ہی کا انکار لازم آجائے گا۔ جسے تسلیم کرنے والا کوئی شخص خود مسلمان نہ رہ سکے گا۔ حالانکہ انبیاء کرام کو مومن ماننا ہر حال میں ضروری ہے۔

بریلویوں کی ایک غلط تاویل

اس بوجھ سے نکلنے کے لیے بعض بریلوی یہ کہتے ہیں کہ بن دیکھے ایمان لانا یہ امت کی صفت ہے۔ پیغمبر سب کچھ دیکھ کر ایمان لاتے ہیں ـــ ہم کہتے ہیں دیکھ کر ایمان لانا کوئی شے نہیں۔ ایمان میں جس عالم غیب کو مانا جاتا ہے یہ وہی عالم غیب ہے جسے پوری امت نے بزبان سورہ بقرہ الم ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب میں اسی کا بیان ہے۔ دیکھ کر ماننا کوئی ماننا نہیں ہے یہ تو مشاہدہ ہے۔ ـــ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھنا چاہا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مُردوں کو زندہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اولم تؤمن؟ کیا تو اس پر ایمان نہیں رکھتا ـــ ایمان کے بدیہ دیکھنے کی طلب کیا؟ حضرت ابراہیم نے عرض کیا ایمان تو ہے ہی محض طمانیت قلبی چاہتا ہوں ـــ اس واقعہ میں اس پر متنبہ کیا گیا ہے کہ ایمان ہوتا ہی وہ ہے جو بن دیکھے ہو ـــ آگے تمام طمانیت ہے۔

انبیاء کو مومن ماننا ضروری ہے کے اعتقادی تقاضے

سو انبیاء کرام اگر ہر چیز کو دیکھتے ہوں یا وہ بندے نہ ہوں ـــ یا کوئی چیز اُن سے غائب نہ ہو تو کسی طرح ان کا ایمان قائم نہ ہو سکے گا ـــ بریلویوں کا یہ دعوے کہ انبیاء کے لیے

ایمان لانے کا لفظ کہیں نہیں ملتا اور ملے بھی تو ان کا ایمان لانا اور طرح کا ہوگا اور اُمت کا اور طرح کا ـــــ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک ایمان حقیقت میں دونوں (پیغمبر اور اُن کی امت) جمع ہوں یہ ہرگز صحیح نہیں ـــــ ہم بن دیکھے ایمان لانے پر سورۃ البقرہ کی پہلی آیات پیش کر چکے ہیں اب سورۃ البقرہ کی آخری آیات بھی دیکھ لیں۔ کیا ان میں آنحضرتؐ کے ایمان لانے کی تصریح نہیں ہے؟ اور کیا قرآن کریم نے آپ کو اور آپ کی امت ایک ایمان میں جمع نہیں فرمایا؟ یا قوم الیس منکم رجل رشید۔

اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون کلٌّ اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ۔ (پ البقرہ آیت ۲۸۵)

ترجمہ۔ یہ رسول ایمان لائے ہر اس پر جو اُن کی طرف اُن کے رب کی طرف سے اُتاری گئی اور تمام مومن بھی (ایمان لائے) ہر ایک ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول ماننا مجبور کرتا ہے کہ ہم ان کے ایمان کے بھی قائل ہوں اور انہیں مومن مانیں اور ان کے ایمان کے قائل ہم تبھی ہو سکتے ہیں کہ مانیں آپ بعض آفاقی حقیقتیں بن دیکھے محض وحی سے مانتے ہوئے تھے اور جو امور بندوں سے غائب ہیں۔ (ما غاب عن العباد) ان پر آپ کا بھی ایمان تھا ـــــ اور آپ جس طرح اللہ کے رسول ہیں اس طرح اللہ کے بندے بھی ہیں ـــــ یہ نہیں کہ آپ کو عبدہ ورسولہ کہتے کسی کی پشت میں تیر پیوست ہونے لگے۔ مولانا احمد رضا خاں نے یہ کیا کہہ دیا۔ اس پر ہمیں افسوس ہے۔

اشہد ان محمدًا عبدہ ورسولہ عبدہٗ پہلے ہے رسولہٗ بعد کو کہ عبدہٗ کے درجے سے نہ بڑھا دینا۔۔۔۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اس سے مجھے سخت ناگواری ہوتی ہے گویا تیر سینے سے پیٹھ کو نکل گیا۔[1]

---

[1] ملفوظات حصہ ۴ ص ۳۰، ۳۱

علم غیب اور علم محیط صرف اللہ کی شان ہے

جس طرح علم غیب بطور کلیہ کے کہ جب چاہے کسی غیب کی بات کو معلوم کرلے کسی کو حاصل نہیں، اسی طرح علم محیط بھی کسی کو نہیں دیا گیا۔ علم غیب کے مبادی سب اللہ کے قبضے میں ہیں۔ اس لیے اس نے غیب جاننے کی کنجیاں کسی کے ہاتھ میں نہیں دیں۔ مخلوقات میں سے کسی نے غیب کی باتوں پر اطلاع پائی تو وہ اطلاعات جزئیات کے درجے میں ہوں گی۔ علم غیب بطور کلیہ خاصہ باری تعالیٰ ہے۔ مولانا احمد رضا خاں بھی اس باب میں ہمارے ساتھ ہیں:۔

علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے اس کی تصریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف نے کر دی ہے۔[1]

آنحضرتؐ کی غیبی اطلاعات سب جزئیات ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے غیبی امور کی خبر دی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ غیبی اطلاعات گو کروڑوں ہوں سب جزئیات ہوں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کو بطور کلیہ جاننے کا نہ کبھی دعوے فرمایا اور نہ اس وقت کے مسلمانوں (صحابہ کرامؓ) نے کبھی اسے اپنے اعتقاد میں جگہ دی۔ بطور کلیہ آپ نے ہمیشہ یہی فرمایا کہ غیب کو جاننے والا صرف خدا ہے اور کوئی علم غیب نہیں رکھتا۔

قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ۔ وما یشعرون ایان یبعثون۔ (پ النمل آیت ۶۵)

ترجمہ: آپ کہہ دیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کو نہیں جانتا مگر ایک خدا اور لوگ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

---

[1] ملفوظات حصہ ۳ صـ ۳۶

ترجمہ۔ آپ کہہ دیں آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا مگر ایک اللہ اور بندے یہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

آنحضرتؐ کا اللہ کی عطا سے بہت سے غیبی امور کی اطلاع دینا اور گاہ گاہ دیتے رہنا اس آیت کے ہرگز منافی نہیں۔ کیونکہ یہ سب اطلاعات جزئیات شمار ہوں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور کلیہ غیب جاننے کا کبھی دعوے نہیں کیا ہے اور آیت مذکورہ بالا ایک کلیہ بیان کر رہی ہے کہ زمین و آسمان کے غیوب کو جاننے والا صرف اللہ رب العزت ہے اور کوئی بطور کلیہ غیب نہیں جانتا۔ غیب کی جزئیات گردہ کروڑوں اور اربوں ہوں سب غیب کے لواحق ہیں مبادی نہیں اور علم غیب انہیں مبدء سے جاننا ہے لواحق سے نہیں۔

دسویں صدی کے مجدد امام ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:۔

ان للغیب مبادی ولواحق فمبادیھا لا یطلع علیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل واما اللواحق فھو ما اظھرہ اللہ تعالیٰ بعض احبابہ لزحۃ علمہ وخرج بذلک عن الغیب المطلق وصار غیبًا اضافیًا وذلک اذا تنورت الروح القدسیۃ وازداد نورانیتھا واشراقھا بالاعراض عن ظلمۃ عالم الحدث وبتجلیۃ القلب عن صداء الطبیعۃ۔[1]

ترجمہ غیب کا مبدء اور اس کے متعلقات علیحدہ علیحدہ دو چیزیں ہیں اس کے مبدء پر کوئی اطلاع نہیں رکھتا وہ مقرب فرشتہ ہو یا نبی مرسل ہو اور رہے اس کے لواحق ہیں یہ وہ خبریں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو اپنے لوح علم سے دی ہیں۔ اب یہ غیب مطلق نہ رہا غیب اضافی ہو گیا اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب روح قدسی چمکے اور اس کی نورانیت اور روشنی عالم حدوث کی تاریکیوں سے بچ کر بڑھنے لگے اور طبیعت کے زنگ سے دل روشنی پانے لگے

---

[1] مرقات جلد ۱ صفحہ ۵۴

آنحضرتؐ کا اپنا دعویٰ بطور کلیہ غیب جاننے کا نہ تھا

قرآن کریم میں آپ کا دعویٰ کہ میں غیب نہیں جانتا اس طرح مذکور ہے۔

قل لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء۔

(پ۹ الاعراف ۱۸۸)

ترجمہ۔ آپ کہہ دیں اگر میں علم غیب رکھتا ہوتا تو ہر طرح کے فائدے اکٹھے کر پاتا اور کوئی (دنیوی) تکلیف مجھے نہ پہنچتی۔

یہاں یہ تاویل بھی نہیں چل سکتی کہ یہ ذاتی علم غیب کی نفی ہے کیونکہ اس غیب نہ جاننے پر جو نتیجہ مرتب فرمایا ہے وہ لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ہے اور یہ عطائی طور پر غیب جاننے کی بھی نفی کرتا ہے جو عطائی غیب رکھتا ہو۔ کیا وہ ہر نقصان دہ صورتِ حال سے نہیں بچ سکتا؟ کیا نقصان دہ صورتِ حال سے وہی بچتا ہے جو ذاتی طور پر اسے جانتا ہو؟

ذاتی اور عطائی میں ایک سا انجام

ایک مثال پر غور فرمائیں۔ کسی شخص کو ذاتی طور پر پتہ نہ تھا کہ راستے میں ڈاکو بیٹھے ہیں لیکن اسے بتا دیا گیا کہ راستے میں ڈاکو بیٹھے ہوں گے۔ اب آپ ہی بتائیں کیا وہ اس پیش آمدہ خطرے سے بچنے کی کوشش نہ کرے گا۔ اس سے پتہ چلا کہ مہالک سے بچنا صرف ذاتی علم پر موقوف نہیں مہالک کی اطلاع بھی ہو جائے تو انسان اس پیش آمدہ صورتِ حال سے بچنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ سو اس آیت میں مطلق علم غیب کی نفی ہے۔ جزئیات پر کبھی اللہ تعالیٰ اطلاع دیتا ہے۔ یہ آیت جس میں آپ نے بطور کلیہ اپنے سے علم غیب کی نفی کی ہے بطور جزئیات حاصل ہونے والی اطلاع خبروں کے منافی نہیں۔

سائنسی اکتشافات سے غیب کے پردوں کا اٹھنا

آج سائنسی اکتشافات نے بہت سی ان حقیقتوں کو جو پہلے محض بنا پر ایمان مانی جاتی تھیں، عام انسانی ذہن کے قریب کر دیا ہے۔ پہلے آنحضرتؐ کا بجسدِ عنصری معراج پر جانا صرف بنا پر ایمان مانا جاتا تھا۔ آج دنیا عام انسانوں کا چاند پر جانا آنکھوں دیکھ چکی ہے۔ پہلے یاساریہ الی الجبل کی آواز محض بنا پر ایمان تسلیم کی گئی تھی۔ آج مشرق و مغرب کے لوگ ہزاروں لاسلکی پیغام لے اور دے رہے ہیں ـــــ ذرّے کی قوت کا راز جو آج کھُلا ہے کل کسے معلوم تھا؟ یہ سب اسی کائنات کی باتیں ہیں۔ ملاء اعلیٰ اس سے ورا ہے ـــــ تاہم ان اکتشافات نے اتنا ضرور کیا ہے کہ اب عام انسانوں کی نظروں میں ان سے بہت سے پردے اُٹھ گئے ہیں اور وہ حقائق جو پہلے محض بنا بر قدرت خداوندی تسلیم کیے جاتے تھے۔

اب ان کی ایک جھلک ان سائنسی اکتشاف میں دیکھ جاری ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ سائنس کی گستاخ فکر ان اکتشافات کے پیچھے خدا کا پتہ نہیں دیتی اور انبیاء علیہم السلام اپنے ہاتھوں پر خدا کے قدرت کے ہزاروں نمونے خدا کو دکھا چکے ہیں یہ معجزات ہیں اسلام میں معجزات فعلِ خداوندی تسلیم کیے جاتے ہیں اور انہیں انبیاء کی صداقت کی سند سمجھتا ہے۔ یہ افعال ان کی تخلیق نہیں ہوتی نہ یہ ان کی قدرت سمجھے جاتے ہیں ؎

وہ فکرِ گستاخ جس نے عُریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو
اسی کی بے تاب بجلیوں سے خطر میں ہے اس کا آشیانہ

یومنون بالغیب کی شان اسی وقت تک ہے جب تک عالم غیب موجود ہو گو اُس پر ہزاروں دبیز پردے پڑے ہوں۔ جوں جوں یہ پردے اُٹھتے جائیں گے غائبات کا دائرہ مختصر ہو جائے گا اور جب بہت ہی مختصر رہ جائے گا یہ دُنیا قائم رہنے کے لائق نہ رہے گی۔

غائبات کا دائرہ دن بدن تنگ ہو رہا ہے

جب غیب کی حقیقت یہ ہے کہ وہ شہود کے مقابلہ کی چیز ہے۔ تو ظاہر ہے کہ جس طرح ہر شخص کا شہود اپنا اپنا ہے۔ اس نسبت سے ہر ایک کا غیب بھی اپنا اپنا ہوگا۔ ہر ایک کے سامنے ایسی حقیقتیں ہوتی ہیں جو دوسروں سے پردے میں ہوتی ہیں۔ کوئی چیز کسی کا غیب ہے تو وہ دوسرے کا شہود ہے۔ اب جوں جوں علم روشن ہو رہا ہے اور سائنسی تحقیق سے غیب کے پردے اٹھتے جا رہے ہیں غائبات کا دائرہ تنگ ہوتا جا رہا ہے۔ جس شخص کا دائرہ علم جس قدر وسیع ہوگا اسی نسبت سے اس کا دائرہ غیب چھوٹا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا علم اتنا وسیع ہے۔ کہ ان کے لیے کوئی چیز غیبت نہیں۔ اس لیے اس کا غیب و شہود ایک ہے اسے عالم الغیب والشہادہ صرف بندوں کی نسبت سے کہا جاتا ہے کہ جو چیز بندوں سے غائب ہے وہ اسے بھی جانتا ہے اور جو کچھ بندوں کے سامنے ہے وہ اسے بھی جاننے والا ہے خود اس سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔

انسانوں کے لیے جوں جوں علم کی وسعت زیادہ ہوگی اس کی غائبات کا دائرہ مختصر ہوتا جائے گا۔

یا غیب کے پردے کھلنے پر ایمان کا اعتبار ہو سکتا ہے

فرعون ڈوبنے لگا اور اگلا جہان اس کی آنکھوں کے سامنے کھلا تو وہ کہہ اٹھا میں اب لایا ایمان ہوتا ہوں:۔

حتّٰی اذا ادرکہ الغرق قال اٰمنت انہ لا الٰہ الا الذی اٰمنت بہ بنو اسرائیل وانا من المسلمین۔

(پ یونس آیت ۹۰ ع ۹)

ترجمہ. جب اسے ڈوبنے نے آلیا بولا میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے جس پر ایمان لائے بنی اسرائیل اور میں ہوں ماننے والوں میں سے۔
یاد رکھیے ایسے وقت کا ایمان معتبر نہیں ہے۔

فلم یک ینفعھم ایمانھم لما رأوا بأسنا سنۃ اللہ التی قد خلت فی عبادہ وخسر ھنالک الکافرون۔ (پ۲۴ المومن آیت ۸۵ ع ۹)

ترجمہ. تو ان کے ایمان نے انہیں کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا یہ اللہ کی سنت ہے جو اس کے بندوں میں چلی آرہی ہے اور وہاں کافر گھاٹے میں رہے ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام لکھتے ہیں۔

قبض روح اور معائنہ عذاب کے وقت ایمان لانا ایمان غرغرہ یا ایمان یاس یا ایمان یاس کہلاتا ہے جو اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک نافع نہیں۔ شیخ عبدالوہاب الشعرانی نے کتاب الیواقیت والجوہر میں فتوحات مکیہ سے عبارت نقل کی ہے جس میں ایمان فرعون کی بابت یہ ہی تصریح ہے..... اخیر وقت میں فرعون سے لفظ اٰمنت کہلا کر حضرت موسیٰ کی دعا فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیم کی مقبولیت کا خدا نے مشاہدہ کرادیا۔[1]

یؤمنون بالغیب کی صدا کب تک سنی جاسکتی ہے؟

جب تک بندوں کے لیے غیب کا کوئی پردہ باقی ہے وہ یومنون بالغیب کی دولت رکھتے ہیں۔ لیکن جب کوئی پردہ باقی نہ رہے تو پھر ایمان بالغیب نہ رہ سکے گا۔ پیغمبروں کا دائرہ غیب اور انسانوں سے مختصر ہوتا ہے۔ ان کے سامنے ہزاروں وہ حقیقتیں کھلی ہوتی ہیں جو اور

---

[1] تفسیر عثمانی ص ۲۸۳

انسانوں سے پردے میں ہوں۔ بایں ہمہ ان سے بھی کچھ امور ضرور مخفی ہوتے ہیں جن کے باعث ان کا ایمان بالغیب قائم رہتا ہے اور وہ اس دولت سے برابر مالامال ہوتے ہیں۔

تفسیر ماجدی میں ہے :-

پیغمبر چونکہ تمام دوسرے انسانوں سے دانا تر و عالم تر ہوتے ہیں اور ان کا دائرۂ ادراک و معرفت ساری دوسری مخلوق سے وسیع تر ہوتا ہے۔ اس لیے قدرت انہیں بے شمار ایسی مخفیات کا علم ہوتا ہے جو غیر انبیاء کے لیے تمام تر مجہول (نہ جانی ہوئی) ہوتی ہیں۔ لیکن اس ساری وسعت کے باوجود کہیں نہ کہیں کسی منزل پر پہنچ کر ان کے علم کی بھی انتہا ہو جاتی ہے اور دائرہ غیب ان کا بھی شروع ہو جاتا ہے۔ غیب پر ایمان لانا تو آیت (یومنون بالغیب) میں متقین کی سب سے پہلی علامت بیان کیا گیا ہے۔ اب اگر خدانخواستہ کسی کا غیب سے ہی نہیں تو وہ ایمان کس چیز پر لائے گا؟ انبیاء کرام تو متقی ہی نہیں متقیوں کے سردار اور پیشوا ہوتے ہیں۔ ان کا ایمان بھی اگر مغیبات و مخفیات پر نہ ہوگا تو کس کا ہوگا؟ ہاں البتہ ان کا غیب انہیں کے ظرف اور مرتبہ و لباس کے موافق ہوتا ہے۔ ما و شما کا سا غیب ان کا نہیں۔

دین کا مغز کہیے یا ایمان کی روح یہی عالم غیب کا عقیدہ ہے یعنی یہ اعتقاد کہ اس عالم مادی سے ماوراء اس کائنات حسی سے اوپر کچھ ایک عالم ہے ضرور ـــ اور جو اس عالم کے وجود کا قائل نہیں وہ سرے سے مذہب ہی کا قائل نہیں اور سب سے بڑا غیب تو خود وجود باری ہے ـــ سب سے بڑھ کر روشن و عیاں، مگر سب سے زیادہ مخفی اور نہاں۔ بڑے سے بڑے عالم و عارف کے لیے بھی اسکے مرتبہ علم و معرفت کے بعد پھر غیب کے حدود شروع ہو جاتے ہیں۔

غیب کے پردے اُٹھنے کے پیچھے قیامت کے قدموں کی آہٹ

جُوں جُوں غیب کے پردے اُٹھ رہے ہیں اور کائنات کی فطرت عیاں ہو رہی ہے قیامت قریب سے قریب تر ہو رہی ہے۔ جب تک قیامت میں ایمان بالغیب کی صورتیں باقی ہیں یہ دُنیا باقی رہے گی۔ جب غیب کا پُورا پردہ اُٹھنے والا ہو گا جو قی کا تسمہ بھی اس طرح باتیں کرے گا۔ جیسے آج کل ریڈیو بولتا ہے درخت بھی بولے گا کہ اس کے پیچھے یہودی چھپا ہے اور جب قیامت کا سائرن بج جائے گا تو رب سے بڑا غیب بھی جسے یہاں نہ آنکھیں دیکھ سکیں نہ ہمارے حواس اس تک پہنچ سکیں شہود میں ہو گا

ایمان کا تعلق غیب سے ہے سامنے کی چیز مشاہدہ میں ہوتی ہے جب تک غائب قائم ہے لوگ یومنون بالغیب کی صف میں آسکتے ہیں جب کوئی چیز پردہ میں نہ رہے گی تو ایمان بھی قائم نہ رہ سکے گا یہ وقت دنیا کی فنا کا ہو گا یہاں نبی اور صحابہؓ ایمان کی دولت سے مالا مال ہیں۔ امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون۔ (پ۳ البقرہ ۲۸۵)

ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملئکۃ وقضی الامر والی اللہ ترجع الامور (پ۲ البقرہ آیت ۲۱۰ ع ۲۵)

ترجمہ۔ کیا وہ اس کی راہ دیکھتے ہیں کہ آوے ان پر اللہ ابر کے سائبانوں میں اور فرشتے اور پھر طے ہو جائے قصہ اور اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں سب کام۔

یہ تب ہو گا جب دنیا کی عمر پُوری ہو جائے گی اور طے ہو جائے گا سارا قصہ ——— پہلے افراد ہی مرتے رہے ہیں لیکن وہ وقت بھی آئے گا جب دُنیا کی صف لپیٹ دی جائے گی۔

عمر کی سعی مسلسل کارگر ہوتی گئی　　زندگی لحظہ بہ لحظہ مختصر ہوتی گئی
سانس کے پردے پہ یوں بجتا رہا سازِ حیات　　موت کے قدموں کی آہٹ تیز تر ہوتی گئی

ایمان کی شان اسی وقت تک ہے جب تک غیب کے پردے باقی ہیں

جب ایمان کی حقیقت ایمان بالغیب ہے تو ایمان اور غیب ایک دوسرے کو لازم و ملزم ٹھہرے۔ جب غیب کا کوئی جہان نہ رہے گا ایمان کا کوئی موضوع بھی باقی نہ رہے گا۔ سو ایمان کی شان اسی وقت تک ہے جب تک غیب کے کچھ پردے موجود ہوں۔ جنت میں اللہ کی حمد و ثنا تو باقی ہوگی لیکن ایمان کی نہ دعوت ہوگی نہ اجابت ـــــ افراد توحید و رسالت بطور ایمان نہیں مومنین کی لذتِ طبعی کا سامان ہوگا۔

غیب کی خبریں علم غیب نہیں ہیں

کسی کے غیب کی بات بتلانے سے غیب کا پردہ نہیں اُٹھ جاتا۔ صرف اس کی خبر ملتی ہے دونوں میں فرق یہ ہے کہ پردہ اٹھنے پر انکار نہیں ہو سکتا اور خبر سچی بھی ملے تو کئی لوگ اسے ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے کیونکہ حقیقت ان پر کھلی نہیں ہوتی۔ انہیں صرف اس کی خبر ملی ہوتی ہے ہمیں کتاب و سنت سے لوح و قلم کی خبر ملی ہے۔ ہمارے لیے لوح و قلم سے پردہ نہیں اٹھا۔ غیب کی چیز خود جاننا یہ علم غیب ہے اور کسی کے بتانے پر جاننا یہ خبر غیب ہے۔ اللہ رب العزت نے حضرت خاتم النبیین کو جو غیب کی باتیں بتلائیں وہ سب غیب کی خبریں رہی علم غیب نہیں اور حضورؐ نے صحابہؓ کو جو غیب کی باتیں بتلائیں ان کے لیے بھی وہ غیب کی خبریں تھیں نہ کہ یہ علم غیب ہے۔ قرآن کریم میں ہے :۔

ذلك من انباء الغيب نوحيه اليك وماكنت لديهم اذ يلقون اقلامهم ايهم يكفل مريم وماكنت لديهم اذ يختصمون۔ (پ آل عمران آیت ۴۴)

ترجمہ۔ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تیری طرف وحی کر رہے ہیں اور تم اس وقت وہاں نہ تھے جب وہ اپنے قلموں سے قرعہ ڈال رہے تھے کہ مریم کس کی

پرورش میں رہے اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے

مخلوق پر جب غیب کی کوئی بات کھلے تو کوئی صاحب علم اسے علم غیب نہ کہے گا اسے اس کے سبب کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ ہر شخص یہی کہے گا کہ خدا کے بتلانے سے ایسا ہوا۔ علم غیب ذاتی علم کو کہتے ہیں۔ جو بات عالم بالا سے لوح قلب پر اُترے اسے علم غیب نہیں کہتے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں :۔

الوجدان الصریح یحکم بان العبد عبدٌ وان ترقی وان الرب رب وان تنزل وان العبد قط لا یتصف بالوجوب او بالصفات اللازمۃ للوجوب ولا یعلم الغیب الا ان ینطبع شیء فی لوح صدرہ ولیس ذلک علماً بالغیب انما ذلک الذی یکون من ذاتہ والا فالانبیاء والاولیاء یعلمون لامحالۃ بعض ما یغیب عن العامۃ[1]

ترجمہ۔ وجدان صریح بتلاتا ہے کہ بندہ کتنی روحانی ترقی کیوں نہ کر جائے بندہ ہی رہتا ہے اور رب اپنے بندوں کے کتنا قریب کیوں نہ ہو جائے وہ رب ہی رہے گا۔ بندہ واجب الوجود کی صفات یا وجوب کی صفاتِ لازمہ سے کبھی متصف نہیں ہوتا۔ علم غیب وہ جانتا ہے جو از خود ہو (کسی دوسرے کے بتلانے سے نہ ہو) ورنہ انبیاء و اولیاء یقیناً ایسی بہت سی باتیں جانتے ہیں جو دوسرے عام لوگوں کی رسائی میں نہ ہو۔

پتہ چلا کہ غیب کی بات معلوم ہونے میں اگر کوئی اس کا بتلانے والا ہو تو اسے علم غیب نہ کہیں گے نہ علم غیب کی کوئی قسم ہے اسے خبر غیب کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ حضورؐ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

ذٰلک من انباء الغیب نوحیہ الیک ۔ (پ ۱۲ یوسف ع ۱۱)

ترجمہ۔ یہ خبریں ہیں غیب کی ہم بھیجتے ہیں تیرے پاس۔

---

[1] تفہیمات الٰہیہ جلد ۱ ص ۲۴۵

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی صرف خبر غیب ہے علم غیب نہیں تو اور کون ہے جو علم غیب کا دعوے کرے علم غیب صرف خدا کے لیے ہے جو ہر بات کو خود جانے۔

اس تفصیل سے علم غیب کے معنی معلوم ہو گئے کہ وہ اپنے طور پر غیب کی بات کو جانتا ہے جو کسی مخلوق کے لیے خواہ وہ پیغمبر ہو یا کوئی فرشتہ یا کوئی جن، علم غیب کا دعوے بالکل غلط ہوگا علم کا لفظ جب غیب کی طرف مضاف ہو تو یہ اسی علم کے لیے آتا ہے جو اپنا ہر کسی کا عطا کردہ نہ ہو حضرت علامہ ابن عابدین الشامیؒ لکھتے ہیں:۔

ان علم الانبیاء والاولیاء انما ھو باعلام من اللہ تعالیٰ لھم و علمنا بذلک انما ھو باعلامھم لنا و ھذا غیر علم اللہ تعالیٰ الذی تفرد بہ وھو صفۃ من صفاتہ القدیمۃ الازلیۃ الدائمۃ الابدیۃ المنزھۃ عن التغییر وسمات الحدوث والنقص المشارکۃ والانقسام بل ھو علم واحد علم بہ جمیع المعلومات کلیاتھا وجزئیاتھا ما کان منھا وما یکون لیس بضروری ولا کسبی ولا حادث بخلاف علم سائر الخلق۔ اذا تقرر ذلک فعلم اللہ المذکور ھو الذی یمدح بہ واخبر فی الآیتین المذکورتین بانہ لا یشارکہ فیہ احد فلا یعلم الغیب الا ھو وما سواہ ان علموا جزئیات منہ فھو باعلامہ واطلاعہ لھم وحینئذ لا یطلق انھم یعلمون الغیب اذ لا صفۃ لھم یقتدرون بھا علی الاستقلال بعلمہ وایضا ھم ما علموا وانما علموا۔[1]

ترجمہ۔ بیشک انبیاء اور اولیاء کا علم انہیں خدا تعالیٰ کے بتلانے سے ہوتا ہے اور ہمیں جو علم ہوتا ہے وہ انبیاء و اولیاء کے بتلانے سے ہوتا ہے اور یہ علم اُس

---

[1] مجموعہ رسائل ابن عابدین شامی جلد ۱ صـ۳۱۳ ان اللہ سبحانہ تعالیٰ منفرد بالغیب المطلق المستقل بجمیع المعلومات وانما یطلع رسلہ علی بعض غیبہ المتعلقہ بالرسالۃ اطلاعا جلیا واضحا لا شک فیہ بالوحی، المرجع صـ۳۱۳

علم خداوندی سے مختلف ہے جس کے ساتھ صرف ذاتِ باری تعالیٰ متصف ہے، خدا تعالیٰ کا علم اس کی ان صفاتِ قدیمہ ازلیہ دائمہ وابدیہ میں سے ایک صفت ہے جو تغیر اور علاماتِ حدوث سے منزہ ہے اور کسی کی شرکت اور نقص انقسام سے بھی پاک ہے وہ علم واحد ہے جس سے خدا تعالیٰ تمام معلومات کلیہ و جزئیہ ماضیہ ومستقبلہ کو جانتا ہے نہ وہ بدیہی ہے نہ نظری اور نہ حادث، بخلاف تمام مخلوق کے علم کے کہ وہ بدیہی و نظری اور حادث ہے۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی تو خدا تعالیٰ کا علم مذکور جس کے ساتھ وہ لائق ستائش ہے اور جس کی مذکورہ دو آیتوں میں خبر دی گئی ہے ایسا ہے کہ اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں سو غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے علاوہ اگر بعض حضرات نے غیبی باتیں جانیں تو وہ خدا تعالیٰ کے بتلانے اور اطلاع دینے سے جانیں۔

اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ علم غیب رکھتے ہیں کیونکہ یہ ان کی کوئی ایسی صفت نہیں جس سے وہ مستقل طور پر کسی چیز کو جان لیا کریں اور بات بھی ہے کہ انہوں نے اسے خود نہیں جانا بلکہ انہیں یہ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

علامہ شامیؒ کے اس بیان کے بعد کسی اور بیان کی وضاحت کی ضرورت نہیں رہ جاتی فقہاء کی بات آپ کے سامنے آچکی، اب آیئے کتب عقائد میں بھی دیکھیے۔ شرح عقائد نسفی کی مشہور شرح النبراس میں ہے:۔

والتحقیق ان الغیب ما غاب عن الحواس والعلم الضروری والعلم الاستدلال وقد نطق القرآن بنفی علمه عمن سواه تعالیٰ فمن ادعیٰ انه یعلمه کفر ومن صدق المدعی کفر واما علم بعض اسنه او ضرورة او دلیل فلیس بغیب ولا کفر فی دعواه ولا فی تصدیقه علی الجزم فی الیقینی والظن فی الظنی عند المحققین وبهذا التحقیق اندفع الاشکال فی الامور التی یزعم انها من

الغیب ولیست منه لکونها مدرکة بالسمع او البصر او الدلیل فاحدها اخبار الانبیاء لانها مستفادة من الوحی ومن خلق العلم الضروری فیهم او من انکشاف الکوائن علی حواسهم۔[1]

ترجمہ۔ اور تحقیق یہ ہے کہ غیب وہ ہے جو ہمارے حواس اور علم بدیہی اور نظری سے غائب ہو۔ قرآن پاک نے اللہ تعالیٰ کے سوا سب سے علم غیب کی نفی کی ہے پس جو شخص دعویٰ کرے کہ وہ علم غیب رکھتا ہے وہ کافر ہے اور جو ایسے شخص کی تصدیق کرے وہ بھی کافر ٹھہرے گا ـــ باقی جو علم حواس خمسہ میں سے کسی راہ سے آئے یا بداہۃً حاصل ہو یا کسی دلیل سے ملے وہ علم غیب شمار نہ ہوگا نہ محققین کے نزدیک ایسے علم کا دعوے کفر ٹھہرے گا نہ ایسے دعویٰ کی تصدیق کرنا کفر ہے۔ اس تحقیق سے ان امور سے متعلق اشکال رفع ہوگیا جن کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ وہ علم غیب میں سے ہیں حقیقت یہ ہے کہ وہ علم غیب میں سے نہیں، کیونکہ یہ سمع و بصر یا دلیل سے حاصل ہوئے۔ انہی امور میں سے اخبار انبیاء بھی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو خبریں وحی سے ملتی ہیں یا ان میں علم ضروری پیدا کر دیا جاتا ہے یا ان کے حواس پر حقائق کائنات منکشف ہوتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے جو غیب کی خبریں ملتی ہیں وہ انہیں اللہ رب العزت سے ملی ہوتی ہیں ـــ اس میں بھی ایسا نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی مقرب بندے پر ایک ہی دفعہ غیب کے جملہ دروازے کھول دے کہ آئندہ اسے غیب کی بات جاننے میں کسی اور ذریعہ علم کا احتیاج نہ رہے غیب جاننے کی ایسی استعداد اللہ تعالیٰ نے کسی میں پیدا نہیں کی نہ اپنے کسی مقرب کو اس کی چابی عطا کی ہے جب کسی کو ضرورت ہوئی اس نے بطور جزئی اللہ رب العزت سے اس کی خبر پالی۔

---

[1] النبراس علی شرح العقائد ص ۵۷۳

علم کا لفظ مطلق ہو تو اس سے ذاتی علم مراد ہوتا ہے

علم اور خبر کا فرق آپ جان چکے علم کا لفظ جب مطلق ہو خصوصاً جب کہ وہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد غیب کی چیز کو از خود جاننا ہے اور یہ صرف خدا کی شان ہے کہ وہ غیب کی باتوں کو از خود جانے ــــ علم غیب ہے ہی وہ جو ذاتی ہو۔ عطائی علم غیب علم کی کوئی قسم نہیں۔ انسان کو غیب کی کسی بات کا علم ملے تو اس کا نام خبر غیب ہو جائے گا علم غیب نہ رہے گا۔

علم کا لفظ غیب کی طرف مضاف ہو کر کبھی عطائی علم کے لیے نہیں آتا۔ اسے اگر علم کہا جائے گا تو غیب کے لفظ کے بغیر یہ دونوں لفظ (علم اور غیب) اکٹھے ہو کر قرآن و حدیث میں کہیں عطائی علم کے لیے نہیں آئے اور جب انہیں کبھی غیب کی بات کہا گیا تو خبر غیب کے عنوان سے مخلوق کے کسی غیب کی بات جاننے کو لسانِ شریعت میں کہیں علم غیب نہیں کہا گیا۔ مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں۔

> علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تصریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف نے کر دی ہے۔[1]

یہاں صریح طور پر حضور کو بتائی گئی غیب کی باتوں کو انباء الغیب (غیب کی خبریں) کہا ہے اسے علم غیب نہیں کہا۔ پھر لفظ وحی (نوحیہ الیک) کی بھی تصریح ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ علم وحی ہے نہ کہ علم غیب۔ مگر بریلویوں کا اصرار دیکھئے کہ اسے علم غیب ہی کہتے ہیں۔ ان کے صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں۔

> اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کے علوم عطا فرمائے۔[2]

مولانا احمد رضا خاں نے ترجمہ بے شک غیب کی خبریں کیا ہے۔ مگر اس میں آپ بھی ایک خفیہ چال چل گئے ہیں۔ ترجمہ ملاحظہ ہو۔

---

[1] ملفوظات حصہ سوم ص۳۶ [2] حاشیہ کنز الایمان ص۔

یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں۔[1]

کیا وحی کا لفظ یہاں نہ لایا جا سکتا تھا۔ خفیہ طور پر کے الفاظ اختیار کرنے میں خان صاحب کیا ابہام دینا چاہتے ہیں۔ یہی نا کہ یہ وحی نہ تھی اندر ہی اندر کا ایک معاملہ تھا۔

پیش نظر رہے کہ یہاں اس آیت سے پہلے بھی اور بعد بھی فرشتوں کی آمد مذکور ہے ـــــ جو حضرت مریم سے باتیں کر رہے تھے ـــــ سو یہ وحی کا وہ انداز نہیں جسے خفیہ کارروائی کہا جا سکے۔ بریلویوں نے اس ترجمے میں جو خفیہ چال چلی ہے اس پر ہم سوائے افسوس اور کیا کہہ سکتے ہیں؟

بریلویوں کی عطائی علم کو علم غیب کہنے کی ضد

بات میں ہرگز کوئی پیچیدگی نہیں۔ بریلویوں کی یہ صرف ضد ہے کہ وہ خبر غیب اور علم وحی پر علی الاطلاق علم غیب کا لفظ بولتے ہیں اور جب انہیں کہا جائے کہ علم غیب خاصہ باری تعالیٰ ہے تو اپنے پاس سے علم غیب کی ایک قسم عطائی علم غیب گھڑ لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ علم غیب کی کوئی قسم نہیں ـــــ بریلوی ایسا کیوں کرتے ہیں؟ صرف شرک کی راہ ہموار کرنے کے لیے۔

اس حقیقت سے کوئی طالب علم انکار نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو ہزاروں اور کروڑوں غیب کی خبریں دی ہیں۔ بایں ہمہ قرآن کریم میں مخلوق سے علم غیب کی نفی کا عنوان مطلق ہے اور غیب کی خبروں کا اس سے استثناء معنوی ہے۔ کہیں ایسا نہیں کہ مخلوق کے غیب جاننے کا عنوان مطلق ہو اور ذاتی طور پر نہ جاننے کی تقیید معنوی ہو۔

سوچا چاہیئے کہ ہر مخلوق سے وہ بڑا ہو یا چھوٹا علم غیب کی نفی کا عنوان مطلق رہے اور جو جو باتیں اللہ تعالیٰ نے انہیں بتلائیں ان اخبار غیبیہ کی تقیید معنوی رہے۔ شیخ سعدی نے اسی ادا کو اپنایا ہے۔

---

[1] کنز الایمان

علم غیبی کس نے داند بجز پروردگار　　ہر کسے گوید کہ من دانم از باور مدار
مصطفےٰ ہرگز نہ گفتی تا نہ گفتی جبریل　　جبرئیل ہم نہ گفتی تا نہ گفتی کردگار

ترجمہ. علم غیب اللہ پروردگار کے سوا کوئی نہیں جانتا. جو کہے کہ میں بھی جانتا ہوں تم اسے باور نہ کرو. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی جو خبریں بتائیں وحی سے بتائیں اور حضرت جبریل بھی کچھ نہ کہتے رہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں نہ بتائے.

لفظ علم غیب کی اس علمی تشریح کے بعد اب ہم عقیدہ علم غیب پر کچھ بحث کرتے ہیں. اولاً ہم اس پر کچھ مختصر تبصرہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے غیبی خبریں پانے والے مقربین بارگاہِ ایزدی خود اس باب میں کیا عقیدہ رکھتے تھے.

عقیدہ علم غیب تاریخ انبیاء کی روشنی میں

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی. اما بعد :

عقائد تمام انبیاء کرام کے ہمیشہ ایک سے رہے ہیں. شرائع اور مسائل میں بے شک اختلاف ہوا لیکن عقائد اور فضائل اخلاق سب کے ہمیشہ ایک سے رہے ہیں ـــــ دین ایک رہا مذاہب بدلتے رہے. یہ اس طرح سمجھو جس طرح یہ حضرات علاتی بھائی ہوں جن کا باپ ایک ہو اور مائیں (شرائع) مختلف ـــــ دین کی مشروعیت سب میں ایک سی رہی ہے.

آیئے اب عقیدہ علم غیب کا تاریخ انبیاء کی روشنی میں کچھ مطالعہ کریں. واللہ ولی التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق.

(۱) ـــــ حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پہلے نبی ہیں. اللہ تعالیٰ نے آپ پر علم الاسماء کلھا کی عباڈالی اور فرشتے جو اپنے آپ کو عمل میں افضل سمجھتے تھے ان کے سامنے عاجز اور سربسجود ہوتے. اس عظیم خلعت پانے کے باوجود شیطان نے جب انہیں کہا :

ما نھاکما ربکما عن ھذہ الشجرۃ الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخالدین. وقاسمھما انی لکما لمن الناصحین. فدلّٰھما بغرور.

(پ۸ الاعراف آیت ۲۰ ع ۲)

ترجمہ: نہیں روکا تمہیں تمہارے رب نے اس درخت کے قریب جانے سے مگر اس لیے کہ کہیں تم فرشتے نہ ہو جاؤ یا ہو جاؤ ہمیشہ رہنے والے اور انہیں شیطان نے قسم دی کہ میں تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں. پھر اس نے آمادہ کر لیا ان دونوں کو دھوکہ سے.

کل اسماء کا علم جاننے کے باوجود حضرت آدم کو علم نہ ہو سکا کہ یہ مجھے دھوکہ دے رہا ہے

آپ بطور کلیہ غیب جاننے والے ہوتے تو اس کی باتوں میں نہ آتے۔ علم محیط علم الٰہی کی شان ہے۔

(۲) ـــــ حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول ہیں طوفان کے وقت اپنے بیٹے کو کشتی میں لینا چاہا۔ اس نے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ سے استدعا کی۔ اللہ رب العزت نے فرمایا۔ مجھ سے ایسی باتوں کا سوال نہ کر جن کا تمہیں علم نہیں۔ اس سے پتہ چلا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اس کا علم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے اس سوال سے ناراض ہوں گے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ آپ کا علم ہر چیز کو محیط نہ تھا۔ غیب کی باتیں بس اتنی ہی جانتے تھے جتنی اللہ تعالیٰ نے بتا دیں۔ ان سے زیادہ ذرہ بھر جاننا آپ کے بس میں نہ تھا۔ قرآن کریم میں ہے :۔

فلا تسئلن مالیس لک بہ علم انی اعظک ان تکون من الجاھلین

قال رب انی اعوذ بک ان اسئلک مالیس لی بہ علم۔ (پ۱۲ ہود آیت ۴۶)

ترجمہ۔ سو مجھ سے اس چیز کا سوال نہ کر جس کا تجھے علم نہیں میں نصیحت کرتا ہوں کہ تو عہد جاہلیت میں نہ رہے۔ نوح نے کہا۔ اے میرے رب! میں پناہ لیتا ہوں تیری کہ تجھ سے مانگوں جو مجھے معلوم نہ ہو۔

(۳) ـــــ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مرتبہ نبوت و امامت سے کون واقف نہیں۔ قرآن کریم میں ہے آسمانوں اور زمین کے ملکوت آپ پر روشن تھے۔

وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین۔ (پ۷ الانعام آیت ۷۵)

ترجمہ۔ اور ہم اسی طرح دکھاتے ہیں ابراہیم کو عجائبات آسمانوں اور زمین کے اور اس لیے کہ وہ ہو جائے عین الیقین والوں میں سے۔

بایں جب فرشتے قوم لوط پر حکم عذاب لے کر جا رہے تھے اور وہ راہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ٹھہرے تو حضرت ابراہیم انہیں پہچان نہ سکے آپ نے انہیں اوپر جانا۔ اور دل میں سہمے رہے یہاں تک کہ انہوں نے خود اپنی حقیقت کھول دی۔

نکرھم واوجس منھم خیفۃ ، قالوا لا تخف انا ارسلنا الی قوم لوط۔

(پ۱۲ ہود آیت ۷۰)

ترجمہ۔ ابراہیم نے انہیں نہ پہچانا اور ان سے جی میں سہمے رہے۔ انہوں نے کہا آپ ڈریں نہیں ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

اس سے پتہ چلا کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کے ملکوت روشن کیے وہ بھی علم غیب نہیں رکھتا نہ اسے علم محیط حاصل ہے کہ جو چیز چاہے جان لے علم غیب اور علم محیط صرف علم الٰہی کی شان ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے لے جا رہے تھے اس وقت انہیں ہرگز اس بات کا علم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اسماعیل کے بدل میں جنت سے دنبہ بھیج دیں گے اور ظاہر میں یہ واقعہ بس اتنا ہی پورا ہو گا جس قدر کہ خواب میں دیکھا تھا۔ خواب میں یہ نہیں دیکھا تھا کہ آپ بیٹے کو ذبح کر چکے ہیں۔ بس یہ دیکھا تھا کہ ذبح کر رہے ہیں۔ اگر حضرت ابراہیم علم غیب رکھتے تھے تو پھر یہ واقعہ قربانی نہیں ڈرامہ قرار پاتا ہے۔ ڈرامہ وہ ہوتا ہے جس کے جملہ کردار پہلے سے جانے ہوتے ہیں کہ بات کہاں ختم ہو گی۔

(۴) ـــــ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے جب سیر کو جانے لگے اور والد سے حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ لینے کو کہا تو والد نے کہا۔

انی لیحزننی ان تذھبوا بہ فاخاف ان یاکلہ الذئب وانتم عنہ غافلون۔ (پ۱۳ یوسف آیت ۱۳)

ترجمہ مجھے یہ چیز غم میں ڈالتی ہے کہ تم اسے لے جاؤ۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ اسے بھیڑیا کھالے اور تم اس سے غافل رہو۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ خدشہ کیوں نہ ہوا کہ اسے شیر نہ کھا جائے یا کوئی ڈاکو نہ پڑ جائے۔ انہوں نے عین وہی بات کہی جو بھائیوں نے بعد میں بنائی اور باپ کو آ کر کہی ـــ معلوم

ہوتا ہے کہ آئندہ واقع ہونے والے عمل کی جھلک حضرت یعقوب کی لوحِ فراست پر اُتر رہی تھی۔ اور اسی روحانی قوت سے آپ اس واقع ہونے والی گفتگو کو پہلے سے سُن رہے تھے ـــــ اس عظیم روحانی قوت اور فراستِ صادقہ کے باوجود آپ یہ نہ جان سکے کہ واقع میں بیٹے اسی طرح آکر کہیں گے کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے اور یہ کہ یوسف واپسی پر اُن کے ساتھ نہ ہوگا۔ یہ کیوں ؟ یہ اس لیے کہ آپ علم غیب نہ رکھتے تھے۔ ورنہ وہ اپنے لختِ جگر کو کبھی ان کے ساتھ نہ بھیجتے ـــ پھر بیٹوں نے آکر جو کہا وہ بھی واقع کے مطابق نہ تھا۔ آپ کی فراستِ صادقہ نے یہ تو کہہ دیا بل سوّلت لکم انفسکم امرا۔ مگر یہ پتہ پھر بھی چل نہ پایا کہ قریب کے فلاں کنویں میں یوسف پڑا ہے اور آپ ہمت کر کے کسی بیٹے کو ساتھ لے جا کر اسے کنویں سے نکال لاتے۔

یہ واقعہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام علم غیب نہ رکھتے تھے۔ ورنہ سالہا سال فراقِ فرزند میں اپنی آنکھیں سفید نہ کر لیتے۔

(۵) ـــــ حضرت موسےٰ علیہ السلام اور تورات کا نام کس نے نہیں سُنا۔ آپ صاحبِ شریعت جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ آپ کا حضرت خضر علیہ السلام کے ہمسفر ہونے کا واقعہ قرآن کریم میں مذکور ہے ـــ حاملِ تورات حضرت موسیٰ حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اور جو اسرار حضرت خضر پر کھلے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام اُن سے ناواقف محوِ حیرت سراپا انتظار ہیں کہ کب ان اسرار سے پردہ اُٹھتا ہے۔ حضرت خضرؑ نے انہیں پہلے سے کہہ دیا تھا۔

قال انك لن تستطيع معي صبرا. وكيف تصبر على مالم تحط به خبرا. قال ستجدني ان شاء الله صابرًا ولا اعصي لك امرا. قال فان تبعتني فلا تسئلني عن شيء حتى احدث لك منه ذكرا. (پ۱۵ الکہف آیت ۶۹)

ترجمہ۔ کہا اس نے آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر کیسے صبر کریں گے جس کی خبر آپ کو نہ ہوگی۔ کہا موسےٰ علیہ السلام نے اللہ چاہے تو آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں آپ کے کسی حکم کے خلاف نہ چلوں گا۔ اس نے

کہا اگر آپ میرے ساتھ چلے تو مجھے کسی بات کا نہ پوچھنا جب تک میں خود تمہارے سامنے اس کا ذکر نہ کروں۔

اس میں صراحت ہے کہ اللہ کے نبی (موسیٰ) غیب نہ جانتے تھے اور ان باتوں سے واقف نہ تھے جنہیں حضرت خضرؑ جانتے تھے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ حضرت خضرؑ علم غیب رکھتے تھے اور حضرت موسیٰ کو ان باتوں کا علم نہ تھا۔ حضرت موسیٰ کا نبی ہونا قطعی اور یقینی ہے۔ جب کہ حضرت خضر کی نبوت میں کئی اقوال ہیں۔ جو لوگ نبی کا ترجمہ غیب جاننے والا کرتے ہیں کیا وہ یہاں حضرت موسیٰ کے نبی ہونے کا انکار کریں گے جو یقیناً نہ جانتے تھے کہ مسکین کی کشتی کیوں توڑی جا رہی ہے۔ ایک معصوم جان کیوں لی جا رہی ہے اور ایک یتیم کی دیوار کس لیے مرمت ہو رہی ہے۔ علم غیب کی اس نفی سے اب کیا ان کی نبوت کا انکار روا ہوگا؟ یہ سوال اس لیے اٹھتا ہے کہ بریلوی حلقوں میں نبی کے معنی غیب جاننے والے ہی کیے جاتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام غیب نہ جانتے تھے ورنہ حضرت خضر سے کیوں بار بار پوچھتے۔

اے تری چشم جہاں بیں پہ وہ طوفان آشکار
جن کے ہنگامے ابھی دریا میں سوتے ہیں خموش
کشتی مسکین و جان پاک و دیوار یتیم
علم موسےٰ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش

اب حضرت خضرؑ کے علم کی سنیئے۔ وہ خود اقرار کرتے ہیں کہ وہ علم تو رات نہیں رکھتے تھے۔ علم لدنی کی کتنی وسعتیں ان کی نظروں میں کیوں نہ ہوں یہ حقیقت ہے کہ وہ سب جزئیات ہوں گی بطور کلیہ غیب کی بات کو جان لینا ان کے بس میں نہیں دیا گیا تھا۔ علم غیب اور علم محیط صرف علم الٰہی کی شان ہے۔ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہہ دیا تھا۔

یا موسیٰ انی علیٰ علم من علم اللہ علمنیہ لا تعلمہ انت وانت علیٰ علم من علم اللہ علمکہ۔

صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۸۸ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۶۹

ترجمہ۔ اے موسیٰ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس علم پر فائز ہوں جو اس نے مجھے دیا ہے آپ اسے نہیں جانتے اور آپ اللہ تعالیٰ کے دیئے اس علم پر فائز ہیں جسے میں نہیں جانتا۔

یہ علم تکوین اور علم تشریع کے دو علیحدہ علیحدہ دائروں کی بات تھی۔

حضرت موسیٰ نے ایک قبطی کو مکا مارا اور وہ مرگیا۔ کیا آپ کو مکا لگاتے وقت علم تھا کہ یہ اس سے مرجائے گا؟ نہیں ہرگز نہیں؟ اس کا علم انہیں نہ تھا۔ غیب کا علم نہ رکھنے کے باوجود وہ نبی تھے۔ اب آپ ہی سوچیں کہ نبی کا ترجمہ غیب جاننے والا کرنے کی صورت میں کیا یہاں حضرت موسیٰ کی نبوت کا عقیدہ سالم اور محفوظ رہ سکتا ہے؟ نہیں ـــــ اور انکارِ نبوتِ موسیٰ کیا کھلا کفر نہیں ہے؟

جب حضرت موسیٰ طور سے واپسی پر اپنے بھائی حضرت ہارون پر ناراض ہوئے کہ انہوں نے کیوں قوم کو بچھڑے کی عبادت کرنے دی سختی سے کیوں نہیں روکا۔ تو اس کا جو جواب حضرت ہارون کے پاس تھا کیا اس کا حضرت موسیٰ کو پہلے سے علم تھا؟ نہیں جیسا کہ اس کے بعد کی روید سے ظاہر ہوا ـــــ حق یہ ہے کہ علم غیب اور علم محیط صرف علم الٰہی کی شان ہے اور کوئی مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا کسی کو بطور کلیہ علم غیب نہیں دیا گیا کہ جب چاہے غیب کی بات معلوم کرلیا کرے ـــ اگر آپ نے یہ جانتے ہوئے قبطی کو مکا مارا تھا تو کیا یہ قتل عمد نہیں؟ اور کیا وہ قبطی واقعی واجب القتل تھا؟ ـــــ ان باتوں پر پہلے غور کرلیں اور پھر نبی کا ترجمہ غیب جاننے والا کیا کریں۔

(۶) ـــــ حضرت داؤد علیہ السلام وہ نبی ہیں جنہیں زبور دی گئی۔ آپ ایک دن عبادت میں مشغول تھے کہ ناگاہ کئی شخص دیوار پھاند کر ان کے پاس آکھڑے ہوئے۔ داؤد علیہ السلام باوجود اپنی قوت و شوکت کے یہ ماجرا دیکھ کر گھبرا اُٹھے کہ یہ آدمی ہیں یا کوئی اور مخلوق ہے۔ آدمی ہیں تو بے وقت آنے کی ہمت کیسے ہوئی؟ دربانوں نے کیوں نہیں روکا؟ اگر دروازے سے نہیں آئے تو اتنی اونچی دیوار پھاندنے کی کیا سبیل کی ہوگی۔ خدا جانے ایسے غیر معمولی طور پر کس نیت سے آئے ہیں ـــــ

آنے والوں نے کہا کہ آپ گھبرایئے نہیں اور ہم سے خوف نہ کھایئے۔ ہم دو فریق اپنے ایک جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔

هل اتٰك نبوء الخصم اذ تسوروا المحراب. اذ دخلوا على داؤد ففزع منهم قالوا لا تخف خصمٰن بغى بعضنا على بعض فاحكم بيننا بالحق ولا تشطط واهدنا الى سواء الصراط. (پ۲۳ ص آیت ۲۱)

ترجمہ۔ اور کیا تم کو پہنچی خبر دعوے والوں کی جب وہ دیوار کود کر آئے عبادت خانہ میں۔ جب گھس آئے داؤد کے پاس تو وہ ان سے گھبرایا۔ وہ بولے مت گھبرا ہم دو جھگڑتے ہیں زیادتی کی ہے ایک نے دوسرے پر۔ سو فیصلہ کر دے ہم پر انصاف کا اور دور نہ ڈال بات کو اور بتلا دے ہم کو سیدھی راہ۔

حضرت داؤد علیہ السلام اگر آنے والوں کو جان نہ سکے، تو کیا وہ نبی تھے یا نہیں ـــــ نبی کے معنی غیب جاننے والا کیے جائیں تو قرآن پڑھنے والا یہاں سوال کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ پھر حضرت داؤد نے کیوں نہ پہچانا کہ یہ خلاف عام وضع آنے والے اور دیوار پھاندنے والے انسان ہیں یا فرشتے ـــــ وہ کیوں گھبرا اٹھے اور ان آنے والوں کو کیوں کہنا پڑا کہ آپ ڈریں نہیں ـــــ

(۷) ـــــ حضرت سلیمان علیہ السلام وہ پیغمبر ہیں جن کا جنات پر بھی قبضہ تھا۔ ایک دفعہ دربار میں انہوں نے ہدہد کو غیب پایا۔ وہ حیران تھے کہ ہدہد انہیں نظر کیوں نہیں آرہا یا وہ واقعی وہاں ہے ہی نہیں ـــــ پھر ہدہد نے آکر آپ کو ملک سبا کی خبر دی اور صاف کہا کہ میں وہ خبر لایا ہوں جو آپ کو پہلے نہیں ملی ـــــ سوال یہ ہے کہ حضرت سلیمان علم غیب نہ جاننے کی وجہ سے نبی ہے یا نہ ـــــ نہ انہیں پتہ چل سکا کہ ہدہد کہاں ہے اور نہ انہوں نے ہدہد کو کہا کہ میں ملک سبا کے حالات تجھ سے پہلے جانتا ہوں تو کیوں کہہ رہا ہے کہ میں آپ کے پاس وہ خبر لایا ہوں جو اب تک آپ نہیں جان پائے۔

قرآن کریم میں ہے۔

وتفقد الطیر فقال مالی لا اری الھدھد ام کان من الغائبین .....
فمکث غیر بعید فقال احطت بما لم تحط بہ وجئتک من سبأ
بنبأ یقین۔ (پ ۱۹ النمل آیت ۲۲)

ترجمہ۔ اور آپ نے پرندوں کی خبر لی تو کہا مجھے کیا ہوا کہ ہدہد نظر نہیں آرہا یا وہ واقعی آیا ہی نہیں..... سو زیادہ دیر نہ گزری کہ وہ آیا اور اس نے کہا میں لایا ہوں ایک ایسی چیز کی خبر کہ آپ کو اس کی خبر نہ تھی اور میں ملک سبا سے ایک یقینی خبر لے کر آپ کے پاس ہوں۔

حضرت سلیمان نے ہدہد کی تردید نہیں کی کہ تو کس طرح کہتا ہے کہ مجھے ملک سبا کا حال معلوم نہیں۔ مجھے تو معلوم ہے آپ نے ایسا نہیں کہا بلکہ اس پر اور ذمہ داری ڈالی کہ میرا یہ خط ان تک لے جاؤ۔ پھر دیکھتا ہوں کہ تو سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ بول رہا ہے۔

قال سننظر اصدقت ام کنت من الکاذبین۔ اذھب بکتبی ھذا
فالقہ الیھم ثم تول عنھم فانظر ماذا یرجعون۔ (پ ۱۹ النمل آیت ۲۸)

ترجمہ۔ حضرت سلیمان نے کہا اب ہم دیکھتے ہیں کہ تو نے سچ کہا ہے یا جھوٹوں میں سے ہے۔ میرا یہ فرمان لے جا اور اسے ان پر ڈال دے۔ پھر اسے الگ ہٹ کر دیکھ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

(۸) ـــــ حضرت یونس علیہ السلام نے نینوا میں خدا کے نام کی آواز لگائی قوم نہ مانی۔ حضرت یونس ناراض ہو کر ان سے نکل گئے اور کہہ گئے کہ تم پر اب عذاب اترے گا۔ قوم نے جب عذاب کے آثار دیکھے تو حق قبول کر لیا اور توبہ کر لی۔ مگر حضرت یونس وہاں نہ تھے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا نکلنے کا فیصلہ وحی خداوندی سے نہیں اپنے اجتہاد پر تھا۔ وہ کشتی میں سوار ہوئے مگر نہ جانا کہ کشتی میں ہی ان پر آزمائش آجائے گی۔ کشتی ہچکولے کھانے لگی۔ اور

ایک آدمی کو نکالنا ضروری ہو گیا ورنہ سب ڈوبتے ــــ کس کو اُتارا جائے۔ یہ قرعہ حضرت یونسؑ کے نام نکلا۔ ڈوبتے لوگ مچھلیوں کا لقمہ بنتے ہیں۔ مگر یہاں مچھلی اپنے اندر حفاظت خانہ لے کر حاضر تھی۔ یہ گو حضرت یونس کے لیے قید خانہ تھا۔ مگر اس کے بغیر بچنے کی بھی تو اور کوئی راہ نہ تھی۔

اگر حضرت یونس علیہ السلام علم غیب جانتے ہوتے تو کبھی اس کشتی میں بیٹھنے یا بلا اجازت خداوندی اپنی بستی سے نکلتے۔ یہ واقعہ بتا رہا ہے کہ نبی کا ترجمہ غیب جاننے والا ہونا نہیں۔ نبی بس اتنا ہی غیب جانتے ہیں جتنا اللہ تعالیٰ بتائے۔ اللہ رب العزت نے غیب دانی کی کنجیاں کسی کو نہیں پکڑائیں کہ جب چاہیں اور جو چاہیں معلوم کر لیا کریں۔ علم غیب اور علم محیط صرف علم الٰہی کی شان ہے۔

وذالنون اذ ذهب مغاضبًا وظن ان لن نقدر عليه فنادىٰ فى الظلمٰت ان لا اله الا انت سبحانك انى كنت من الظالمين. فاستجبنا له ونجيناه من الغم وكذٰلك ننجى المؤمنين (پ۱۷ الانبیاء آیت ۸۸)

ترجمہ۔ اور ذوالنون (مچھلی والے پیغمبر) کو یاد کرو جب چلا گئے میں بھرا گمان کیا اس نے ہم اس پر سختی نہ کریں گے پھر وہ اندھیروں میں پکارا کہ اے اللہ! تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پاک ہے تیری ذات بے شک مجھ سے بے جا ہوا۔ اس پر ہم نے اس کی پکار سُن لی اور اسے غم سے نجات بخشی اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیتے ہیں۔

(۹) ــــ حضرت زکریا علیہ السلام نے بیت المقدس میں حضرت مریم کی کفالت کی تھی ان کے پاس خلاف موسم جنت کے میوے آتے تھے۔ حضرت زکریا نے انہیں دیکھ کر اللہ رب العزت سے بڑھاپے میں جوانی کا پھل مانگا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔ حضرت زکریا اب حیرت میں تھے ــــ عرض کی اے اللہ! مجھے کوئی نشان دے تا سمجھ پاؤں کہ بیوی اب اُمید سے ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ نشان یہ ہے کہ آپ متواتر تین دن راتیں لوگوں سے بات نہ کر سکو گے۔

قال اٰیتک ان لاتکلم الناس ثلٰث لیالٍ سویاً۔ (پ۱۶ مریم آیت ۱۰)

ترجمہ: کہا اللہ تعالیٰ نے تو تین رات دن لوگوں سے بات نہ کر سکے گا ٹھیک ٹھاک ہوتے ہوئے۔

اگر نبی کا ترجمہ غیب جاننے والا ہے ــــ اور زکریا علیہ السلام یقیناً نبی تھے ــــ تو انہیں پہلے سے ہی علم ہوتا کہ ان کے ہاں بیٹا ہوگا ــــ پھر حضرت مریم کے پاس رکھے پھلوں کو دیکھ کر دعا کی ضرورت کیا تھی؛ اور پھر یہ نشان معلوم کرنا کہ بیوی واقعی امید سے ہو چکی ہے اس کی کیا ضرورت تھی ــــ اس سے پہلے آپ نے جب حضرت مریم کے پاس خلاف موسم میوے دیکھے تھے تو یہ کیوں کہا:۔

یامریم انی لک ھٰذا۔ (پ۳ آل عمران ۳۷)

اے مریم تیرے پاس یہ پھل کہاں سے آگئے؛ یہ جنت سے آئے ہوئے تھے۔

انبیاء کرام کی مجموعی تاریخ اسی بات کو دہراتی ہے کہ یہ حضرات پاکیزہ صفات ہرگز علم غیب نہ رکھتے تھے اور نہ اس کے مدعی تھے۔ بطور کلیہ غیب کی ہر بات کو جاننا صرف اللہ رب العزت کی شان ہے اور وہی ہے جس کا علم ماکان ومایکون کو محیط ہے۔

(۱۰) ــــ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب محسوس کیا کہ یہ میرا دین قبول نہ کریں گے تو آپ نے آواز دی۔ من انصاری الی اللہ ــــ کون دین الٰہی کو رواج دینے میں میری مدد کرے گا؛ پہلے دو شخص حضرت عیسیٰ کے تابع ہوئے پھر حواری بارہ تک ہو گئے۔ پھر ان میں یہودا اسکریوتی بھی تھا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے سے جانتے ہوتے کہ یہ میرے ساتھ چلیں گے تو انہیں پہلے نام لے لے کر بلا لیتے اور اپنے ساتھ کھڑا کرتے۔ اُن کی یہ صدا بے کسی کے انداز میں تھی۔ گویا وہ شخص آواز دے رہا ہے جس کا سننے والا کوئی نہ ہو۔ ان حواریوں میں ایک وہ بھی ہے جو انجام کار آپ سے بے وفائی کرے گا۔ ابھی آپ کو اس کا علم بھی نہ تھا اور یہ بھی علم نہ تھا کہ یہود کے ناپاک ہاتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چھو نہ سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حوصلہ دیا کہ میں تجھے

پورا لوں گا اور تو یہاں سے (دُنیا سے) بقبض روح جاتے ہیں میں تجھے روح و بدن سے پورا لوں گا ـــــ وہ اس طرح ہوگا کہ تجھے اپنی طرف اُٹھا لوں گا اور تجھے کافروں سے پاک رکھوں گا ان کے ہاتھ تم تک نہ پہنچ سکیں گے ـــــ یہ حالات بتاتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام علم غیب نہ رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ قدم قدم پر انہیں سہارا دے رہے تھے۔

اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیك و رافعك الی و مطھرك من الذین کفروا۔ (پ آل عمران آیت ۵۵ ع ۶)

ترجمہ۔ جب کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھے پورا لوں گا اور تجھے اپنی طرف اُٹھا لوں گا اور تجھے کافروں کے ہاتھوں سے پاک رکھوں گا۔[1]

حضرت علامہ شعبی (۴۰-۱۰۴ھ) روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت جبریل سے پوچھا قیامت کب آئے گی؟ آپ یہ سُنتے لرز گئے اور کہا جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا ـــ یعنی اس وقت کے نہ جاننے میں تو اور میں برابر ہیں اس خاص وقت کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔

فانتفض باجنحتہ وقال ما المسئول عنھا باعلم من السائل[2]

ترجمہ۔ حضرت جبریل نے اپنے بازو جھٹکے اور کہا میں اسے تم سے زیادہ نہیں جانتا۔

قرآن کریم کی ان دس شہادتوں سے پتہ چلتا ہے کہ علم غیب صرف علم الٰہی کی شان ہے۔ انبیاء پر غیب اتنے ہی کھلے جتنے اللہ رب العزت نے کھولے۔ بطور کلیہ غیب جان لینے کی صفت رب العزت

---

[1] متوفیك کے معنی عام استعمال کے مطابق میتك کے ہوتے ہیں مگر جب یہ لفظ رافعك کے ساتھ آئے تو اس کے معنی پورا لینے کے ہوں گے قرآن و حدیث اور استعمال عرب میں ایک مثال بھی نہیں ملتی کہ توفی جب رفع کے ساتھ آئے تو اس کے معنی موت کے ہوں جنہوں نے اسے یہاں بھی موت کے معنی میں سمجھا پھر انہیں ترتیب وقوع بدلنا پڑی کہ رفع پہلے ہوگا اور وفات بعد میں آئے گی۔

[2] رواہ الحمیدی فی النوادر عینی علی البخاری جلد ۱ ص ۱۹۱ فتح الباری جلد ۱ ص ۱۱۳ در منثور جلد ۳ ص ۱۵

نے کسی کو نہیں دی۔ اگر کسی برگزیدہ ہستی کو اس نے ہزاروں لاکھوں مغیبات پر بھی مطلع کیا تو یہ سب غیب کی خبریں تھیں جزئیات تھیں غیب کی چابیاں اس نے کسی کے ہاتھ میں نہ دیں کہ جب چاہے وہ غیب کی بات معلوم کر لیا کرے۔

عقیدہ علم غیب تاریخ انبیاء کی روشنی میں کھل کر آپ کے سامنے آچکا ہے اس کا اجتماعی مظاہرہ حشر کے دن ہوگا۔ جب پہلے پچھلے سب پیغمبر ایک جگہ جمع ہوں گے اور اللہ تعالیٰ اُن سے پوچھیں گے کہ ان کی بات کہاں تک مانی گئی۔

حشر کے دن انبیاء کا نفی علم غیب کا اجتماعی اقرار

یوم یجمع اللہ الرسل ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب۔

(پ المائدہ آیت ۱۰۹ ع ۱۵)

ترجمہ۔ جس دن اللہ سب پیغمبروں کو جمع کرے گا پھر کہے گا تمہیں کیا جواب ملا (کہاں تک تمہاری بات مانی گئی) سب کہیں گے ہمیں کچھ علم نہیں غیبوں کا جاننے والا ہونا تیری ہی شان ہے۔

ہر پیغمبر کو اپنے دعوت کے کام اور اس کے انجام کے بارے میں کچھ نہ کچھ تو معلوم ہوگا۔ مگر ان امور کا بھی تفصیلی علم انہیں نہ ہوگا پھر یہ کہ ان کی بات پھر دنیا میں کہاں کہاں تک پھیلی اور ان کے ماننے والوں پر کیا کیا حالات گزرے۔ ظاہر ہے کہ ان سب باتوں کی انہیں ہرگز تفصیلی خبر نہ ہوگی۔ علم و تجربہ کی ان جزئیات کو اللہ کے حضور پیش کرنا وہ خلاف ادب الٰہی سمجھیں گے۔ بس ایک ہی بات اس دن ان کی زبان پر ہوگی کہ اے اللہ ہم علم غیب نہیں رکھتے کہ ہم پوری بات کہہ سکیں جو کچھ بندوں سے غائب ہے اس سب کو جاننے والا تو ہی ہے۔

اب نبی کا ترجمہ اگر غیب جاننے والے کے کیے جائیں تو کیا یہ انبیاء کرام حشر کے دن (معاذ اللہ) جھوٹ بولیں گے کہ یا اللہ ہم علم غیب نہیں رکھتے علم غیب بے شک تیری ہی شان ہے۔ تو ہی

عالم الغیب والشہادہ ہے جو غیب کی بات کو بھی جانے اور کھلی بات کو بھی ـــــ یہاں عطائی غیب کی بھی تاویل نہیں چل سکتی۔ کیونکہ عطائی علم بھی تو جاننے ہی کا نام ہے۔

حضرت خاتم النّبیّینؐ کو لایعنی عُلوم سے بالا رکھا گیا

آیئے اب قرآن کریم کی روشنی میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ وسلم کے بارے میں معلوم کریں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے وہ باتیں جو شان نبوت کے لائق نہ تھیں اور ان کا جاننا انسان کو کوئی عزت اور شرف نہیں بخشتا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو وہ علم بھی عطا کیے تھے ؟ ـــــ اور اگر کوئی علم سفلی تو نہیں مگر اس کا تحمل آپ کے لیے نہایت گراں اور بوجھل ہو۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اس سے حضورؐ کو گرانبار کیا تھا ؟ مسئلہ زیر بحث کو جاننے کے لیے ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھنا ضروری۔ علم غیب کی رٹ لگانا آسان ہے مگر حقائق دین تک رسائی ان رٹ لگانے والوں کے نصیب ہی نہیں۔

کیا کوئی ایسے علوم بھی ہیں جو رسالت کے لائق نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے علم سے اللہ کی پناہ مانگی ہے جو نفع نہ دے۔ اس سے پتہ چلا کہ واقعی کچھ ایسے علوم ہیں جو آنحضرتؐ کی شان اور آپ کے مزاج کے مطابق نہ تھے۔ حضرت زید بن ارقمؓ کہتے ہیں حضورؐ یہ دعا کرتے تھے۔

اللّٰھم انی اعوذبک من علم لا ینفع ومن قلب لا یخشع ومن نفس لا تشبع ومن دعوۃ لا یستجاب لھا۔ [1]

ترجمہ۔ اے اللہ! میں اس علم سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو نفع نہ دے اور اس دل سے بچنا چاہتا ہوں جس میں خشوع نہ ہو اور اس جان سے جو سیر نہ ہو اور اس دعا سے جو قبولیت نہ پائے۔

---

[1] مسلم جلد ۲ صـ۳۵۴ نسائی جلد ۱ صـ۱۷۴ سنن ابن ماجہ صـ۲۷۳ و صـ۲۲

آپ نے صحابہؓ کو بھی ایسے علوم سے بچنے کی نصیحت فرمائی۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

سلوا اللہ علماً نافعاً وتعوذوا باللہ من علم لا ینفع[1]

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ سے وہ علم مانگو جو تمہیں نفع دے اور بس علم سے اللہ کی پناہ میں آؤ جو تمہیں نفع نہ پہنچائے۔

آپؐ نے ایک جگہ لوگوں کا جمگھٹا دیکھا۔ پوچھا کون ہے۔ آپ سے عرض کیا گیا علامہ ہے ایک عالم انساب بیان کر رہا تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔

علم لا ینفع وجہالۃ لا تضر[2]

ترجمہ۔ یہ ایک ایسا علم ہے جو ہو تو اس کا فائدہ نہیں نہ ہو تو اس کا کوئی ضرر نہیں۔

علم نجوم مذموم ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا۔

من اقتبس علماً من النجوم اقتبس شعبۃ من السحر زاد ما زاد[3]

ترجمہ۔ جس نے علم نجوم کچھ بھی سیکھا اس نے جادو کے ایک شعبہ کا اقتباس کیا اب جتنا وہ اور زیادہ کرتا جائے۔

رہا سحر کا علم سیکھنا اسے جمہور علمائے اسلام حرام بتلاتے ہیں۔ سو یہ کسی طرح پیغمبر کی شان کے لائق نہیں ہو سکتا کہ وہ جادو جانتا ہو۔

جلیل القدر محدث علامہ خطابی (۳۸۸ھ) لکھتے ہیں۔

علم النجوم المنہی عنہ ما یدل علیہ اہل التنجیم من علم الکوائن والحوادث التی لم تقع کمجیئ الامطار وتغیر الاسعار وامثالہا مما یعلم بہ اوقات الصلوٰۃ وجہۃ القبلۃ فغیر داخل فیما نہی عنہ[4]

---

[1] سنن ابن ماجہ ص۲۷۳ [2] کنز العمال جلد ۵ ص۲۲۵ [3] سنن ابی داؤد جلد ۲ ص۔ ابن ماجہ ص۲۶۳

[4] معالم السنن جلد ۵ ص۲۸۱

ترجمہ. علم نجوم جس سے منع کیا گیا ہے جس سے نجومی لوگ خبر دیتے ہیں ہونے والے واقعات اور حادثات جو ابھی واقع نہ ہوئے ہوں جیسے بارشوں کا آنا اور زخموں کا بدلنا. البتہ اتنا علم ستارگان جس سے نماز کے اوقات اور جہاتِ قبلہ جانی جاسکیں وہ اس منع کی حدود میں داخل نہیں.

دنیوی امور میں آپ کا علم اگر دوسرے عام انسانوں کے برابر ہو یا آپ ان کے علوم کے کسی خاص شعبہ کو نہ جانیں تو اس سے آپ کی شان میں کوئی نقص لازم نہیں آتا یہ اس لیے نہیں کہ آنحضرتؐ کی شان میں کوئی کمی ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دنیوی علوم آپ کی زندگی کا موضوع نہیں ہیں نہ آپ کی شان کے لائق ہیں.

علامہ خطابی (۳۸۸ھ) کے بعد امام غزالی (۵۰۵ھ) کی شہادت لیجئے. وہ بھی کہتے ہیں کہ بعض علم مذموم ہیں پھر فیصلہ کیجئے کہ انہیں حضورؐ کی طرف نسبت کرنے میں حضورؐ کی عزت ہے یا کہ کسرِ شان ــــ حضرت امام غزالی لکھتے ہیں :-

واما المذموم منه فعلم السحر والطلسمات وعلم الشعبذة والتلبيسات[1]

ترجمہ. جو علم مذموم ہیں ان میں جادو طلسم شعبدہ بازی اور دھوکہ و فریب سب داخل ہیں.

امام غزالی (۵۰۵ھ) کے بعد قاضی عیاض مالکی (۵۴۴ھ) کی شہادت قلمبند کیجئے :-

فاما ما تعلق منها بامر الدنيا فلا يشترط فى حق الانبياء العصمة من عدم معرفة الانبياء ببعضها او اعتقادها على خلاف ما هى عليه ولا لوصم عليهم فيه اذ همتهم متعلقة بالاخرة وابنائها وامر الشريعة وقوانينها وامور الدنيا بضدها بخلاف غيرهم من امر الدنيا.[2]

ترجمہ. وہ علوم جن کا صرف دنیا سے تعلق ہے تو ان میں نبیوں کے لیے معصوم ہونا

---

[1] احیاء العلوم جلد ۱ ص ۱۴ [2] الشفا ص ۲۵۴

شرط نہیں کہ انبیاء ان میں سے بعض کو بالکل نہ جانتے ہوں یا بعض اُمور کو خلاف واقع اعتقاد کیے ہوئے ہوں اور اس سے ان پر کوئی الزام نہیں آتا ان کی ساری ہمت آخرت اور اس کے حالات سے متعلق ہوتی ہے اور وہ شریعت اور اس کے قوانین میں ہی منہمک رہتے ہیں اور دنیا کے امور اس کے برعکس ہیں بخلاف دوسرے لوگوں کے جو انہیں بہتر جانتے ہیں۔

اور آگے یہ بھی لکھا ہے۔

ولیس فی ھذا کلہ نقصۃ ولا محطۃ وانما ھی امور اعتیادیۃ یعرفھا من جربہ وجعلھا ھمہ وشغل نفسہ بھا والنبی مشغول القلب بمعرفۃ الربوبیۃ ملآن الجوانح بعلوم الشریعۃ۔[1]

ترجمہ: اور ان تمام باتوں میں کوئی نقص اور گراوٹ کی بات نہیں امور عادی ہیں جنہیں وہی جانتا ہے جس نے ان پر تجربہ کیا ہو اور اس پر توجہ لگائی ہو اور اپنے آپ کو اس میں مشغول کیا ہو اور نبی کا قلب تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں مشغول ہوتا ہے اور اس کا سینہ علوم شریعت سے بھرپور ہوتا ہے۔

قاضی عیاض کے بعد اب امام نووی (۶۷۶ھ) کی رائے بھی ملاحظہ ہو۔

قالوا ورأیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی امور المعائش وظنہ کغیرہ فلا یمتنع وقوع مثل ھذا ولا نقص فی ذلک وسببہ تعلق بالآخرۃ ومعارفھا۔[2]

ترجمہ: علماء نے کہا ہے کہ آپ کی دنیوی امور کے بارے میں رائے اور گمان دوسری چیزوں کی طرح نہیں۔ ان میں ایسے حالات اور نتائج کا پیدا ہو جانا کوئی امر ممتنع نہیں اور اس سے مقام نبوت پر کوئی حرف بھی نہیں آتا اور اس کا سبب آپ کا تعلق بالآخرہ اور دنیا کی حقیقتوں کو پہچاننا ہے۔

---

[1] الشفاء ص ۳۰۲ [2] شرح مسلم جلد ۲ ص ۲۶۴

آیئے اب آٹھویں صدی میں چلیں۔ علامہ ابن خلدون (۸۰۸ھ) رقمطراز ہیں :۔

ان الانبیاء وعلیہم الصلوٰۃ والسلام إنما بعدا الناس عن الصنائع وانہم لا یتعرضون للاخبار عن الغیب الا ان یکون من اللہ فکیف یدعون استنباطہ بالصناعۃ ویشیرون بذلک لمتابعیہم من الحق [1]

ترجمہ۔ انبیاء کرام اپنی فطرت میں دوسرے لوگوں کی نسبت صنعتوں سے بہت دور رہتے ہیں۔ اخبار غیبیہ سے تعرض نہیں کرتے (ان میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے) مگر یہ کہ کوئی خبر اللہ رب العزت کی طرف سے ہو پس کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ان صنعتوں سے استنباط کرنے لگیں اور اپنے حق ماننے والے ساتھیوں کو بھی ان کی طرف متوجہ کر دیں۔

فجعلت الشریعۃ باب السحر والطلسمات والشعوذۃ بابًا واحدًا لما فیہا من الضرر وخصتہ بالحظر والتحریم [2]

ترجمہ۔ پس شریعت نے جادو طلسم اور شعبدہ بازی کو ایک ہی باب ٹھہرایا ہے کیوں کہ اس میں نقصان ہے اور شریعت اسے ممنوع محظور اور حرام ٹھہراتی ہے۔

آگے نویں صدی میں چلیں۔ حافظ ابن ہمام (۸۶۱ھ) کی کتاب مسایرہ اور اس کی شرح مسامرہ لابن ابی شریف المقدسی (۹۰۵ھ) میں ہے :۔

فہم فیہ کغیرہم من البشر فی جواز السہو والغلط ہذا الذی علیہ اکثر العلماء خلافًا لجماعۃ المتصوفۃ وطائفۃ من المتکلمین حیث منعوا السہو والنسیان والغفلات والفترات جملۃ فی حق النبی صلی اللہ علیہ وسلم ..... ویجوز کونہم ای الانبیاء غیر عالمین بلغات کل من بعثوا الیہم الا لغۃ قومہم وجمیع مصالح امور الدنیا ومفاسدہا وجمیع الحرف والصنائع۔ [3]

---

[1] مقدمہ ابن خلدون ص۔ [2] ایضاً ص ۵۰۳ [3] المسایرہ مع المسامرہ جلد ۲ ص ۸۷

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام جائز سہو اور وقوع غلط (جو دنیوی چیزوں میں ہو) میں عام دوسرے انسانوں کی طرح ہیں۔ یہ اکثر علماء کا فیصلہ ہے لیکن کچھ متصوف قسم کے لوگ اور متکلمین اس کے خلاف رائے رکھتے ہیں۔ وہ پیغمبر پر سہو و نسیان اور کسی بات میں بے توجہی اور سستی کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔۔۔۔ اور یہ جائز ہے کہ پیغمبر جن جن کی طرف مبعوث ہوئے ان میں اپنی قوم کے سوا دوسروں کی زبانیں نہ جانتے ہوں۔ اسی طرح ضروری نہیں کہ جملہ دنیوی امور کے مصالح اور مفاسد اور تمام پیشے اور فنون انہیں معلوم ہوں۔

حافظ ابن نجیم (۹۶۹ھ) کی شہادت

بعض علم ہیں جن کا سیکھنا فرض عین ہے اور بعض کا سیکھنا فرض کفایہ اور بعض کا سیکھنا مستحب ہے اور وہ بھی ہیں جن کا سیکھنا حرام ہے۔

وحرامٌ وهو علم الفلسفه والشعبذة والتنجيم والرمل وعلم الطبعين والسحر[1]

اب دسویں صدی کے مجدد حضرت ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ)

يحرم فعل السحر بالاجماع واما تعليمه وتعلمه ففيه ثلاثة اقوال الاول الصحيح الذى قطع به الجمهور انهما حرامان[2]

ترجمہ: جادو کا عمل بالاجماع حرام ہے اس کے سیکھنے اور سکھانے کے بارے میں تین قول ہیں۔ ان میں پہلا قول اور صحیح بات جو جمہور کا صحیح فیصلہ ہے یہ ہے کہ دونوں حرام ہیں۔

آپ ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں:۔

---

[1] الاشباہ والنظائر ص ۳۷۹ مصر [2] شرح فقہ اکبر ص ۱۴۲

ای فلیس لی اطلاع علی المغیبات وانما ذلك قلته بحسب الظن الشهودی اذ ذالك الی مسبب الاسباب وفی الحدیث دلالة علی انه علیه السلام ماکان یلتفت الا الی الامور الاخرویة۔[1]

ترجمہ۔ مجھے تمام مغیبات پر اطلاع نہیں وہ بات میں نے صرف ظن شہودی سے کہی تھی بات مسبب الاسباب تک پہنچتی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوری توجہ صرف امور اخروی کی طرف رکھتے تھے۔

گیارہویں صدی کے شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) بھی لکھتے ہیں:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را التفاتے نبود بامثال ایں امور دنیویہ ومتعلق نبود غرض وے بداں از جہت عدم تعلق سعادت دنیا وآخرت بداں وا ہتمام وے نبود مگر بہ بیان امور متعلق بدیں۔[2]

ترجمہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کے دنیوی امور کی طرف توجہ نہ تھی۔ اور آپ کی کوئی غرض ان سے متعلق نہ ہوتی تھی سعادت دنیا وآخرت کا اس سے کوئی جوڑ نہیں اور آپ کی فکر صرف اپنی امور کو بتلانا ہوتا تھا جو کہ دین سے متعلق ہوں۔

شارح شفا حضرت علامہ شہاب الدین الخفاجی (۱۰۶۹ھ)

واذا امرتکم بشیء من رای ان یکون رایاً فی امور الدنیا الصرفة فانما انا بشر مثلکم قد اری رایاً والامر بخلافه فی امور الدنیا فلا یجب اتباعه۔[3]

ترجمہ۔ اور جب میں تمہیں اپنی رائے سے کوئی بات کہوں اور وہ رائے خالص دنیوی امور کے متعلق ہو تو انسان ہوں جیسے تم میں ایک بات اپنی رائے سے کہتا ہوں اور دنیوی پہلو سے بات اسکے خلاف ہو تو میری بات اس بات کی پیروی تمہارے ذمہ نہیں۔

---

[1] مرقات جلد ۱ ص ۱۹۳ [2] اشعۃ اللمعات جلد ۱ ص ۱۷ [3] نسیم الریاض جلد ۴ ص ۱۵۲

بارہویں صدی کے مجدد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ)

ومن سیرتھم ان لا یستغلوا بما لا یتعلق بتھذیب النفس وسیاسۃ الامۃ کبیان اسباب حوادث الجو من المطر والکسوف والھالۃ و عجائب النبات والحیوان ومقادیر سیر الشمس والقمر واسباب الحوادث الیومیہ وقصص الانبیاء والملوک والبلدان ونحوھا۔[1]

ترجمہ۔ اور انبیاء کی سیرت یہ ہے کہ ان امور میں مشتغل نہ ہوں جن کا تعلق تہذیب اخلاق اور سیاست امت سے نہیں جیسے فضا کے حادثات کے اسباب کو بیان کرنا جن کے تحت بارش، سورج گرہن، ہالہ اور نباتات وحیوان کے عجیب واقعات اور سورج اور چاند کا چلنا اور دن رات کے حادثات کا واقع ہونا۔

اور ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:۔

واما علم النجوم فانہ لا یضر جھلہ۔[2]

ترجمہ۔ رہا علم نجوم تو یہ وہ علم ہے جس کا نہ جاننا کوئی ضرر نہیں دیتا۔

علامہ اسماعیل حقی (۱۱۳۷ھ) کی شہادت

وما یتوقف ھی علیہ من احوال الاخرۃ التی من جملتھا قیام الساعۃ والبعث وغیر ذلک من الامور الغیبیۃ التی بیانھا من وظائف الرسالۃ واما ما لا یتعلق بھا علی احد الاجھین من الغیوب التی من جملتھا وقت قیام الساعۃ فلا یظھر علیہ احدا ابدا۔[3]

ترجمہ۔ اور نبوت جن احوال آخرت کے بیان پر موقوف ہے ان میں سے ایک قیامت کا واقع ہونا اور مرنے کے بعد اٹھنا بھی ہے اور ان جیسے اور امور غیبیہ جن کا بیان وظائف رسالت میں سے ہے لیکن غیب کی جو چیز کسی طرح نبوت سے

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ جلد ۱ ص ۸۶ [2] ایضاً جلد ۱ ص ۱۹۵ [3] روح البیان جلد ۔ ص ۔

متعلق نہیں جن میں سے ایک وقت قیام قیامت ہے (کہ وہ گھڑی کب واقع ہوگی)
وہ اللہ تعالیٰ کسی پر اظہار نہیں فرماتا یعنی قیامت کس وقت واقع ہوگی اس کا کوئی
تعلق نبوت و رسالت سے نہیں۔

اب تیرہویں صدی میں چلیئے۔ علامہ محمود آلوسی (۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:۔

وقد عدم علمه صلى الله عليه وسلم بامور الدنيا كما لا في منصبه
اذا لدنيا باسرها لا شئ عند ربه[1]

ترجمہ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیوی باتوں کو پوری طرح نہ جاننا آپ کے
منصب کا کمال سمجھا گیا ہے۔ کیونکہ آپ کے رب کے ہاں یہ پوری دنیا لاشئ ہے۔

اس میں کمال کی کونسی جھلک ہے اگر یہ پہلو کسی بھی کمال کا حامل ہوتا تو نبوت کو ضرور اس پر مطلع کیا جاتا۔
جب نبی کو ان علوم سے کوئی دلچسپی نہیں تو ان کے آپ کو نہ دیئے جانے میں آپ کی کوئی تخفیف نہیں۔

اب چودھویں صدی میں چلیئے۔ مولانا احمد رضا خاں علم سیمیا (علم نظر بندی) کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

نہایت ناپاک علم ہے۔[2]

جب یہ ناپاک علم ہے تو یہ حضرت خاتم النبیین کی شان کے کیسے لائق ہو سکتا ہے۔ احترام رسالت
اسی میں ہے کہ آپ کو ان علوم سے بالا رکھیں۔

اسلام کی یہ چودہ سو سال کی شہادت ہم نے آپ کے سامنے پیش کر دی ہے کہ وہ علوم جو منصب
نبوت کے مبادی اور احکام سے تعلق نہ رکھتے ہوں ان کا پیغمبر کو علم نہ ہونا ان کے منصب نبوت میں کبھی
کوئی نقص اور عیب نہیں سمجھا گیا اور جو علوم اپنی ذات میں ناپاک ہوں پیغمبر کو ان کا علم دیا جانا ان کی
شان کے خلاف ہے کتنے علوم سفلی ہیں جو کالے علم کی فروع ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک پیغمبروں کو ان
سے محفوظ رکھا ہے۔ انبیاء کرام میں ان علوم رذیلہ کا اثبات ان کی شان میں نقص پیدا کرتا ہے سو ان کا
ان میں اثبات ہرگز ہرگز ان نفوس قدسیہ کی تعظیم نہیں ہے۔

---

[1] تفسیر روح المعانی جلد ۹ صـ ۱۲۱ [2] ملفوظات حصہ دوم صـ ۲

وہ علوم جو آنحضرتؐ کو نہ دیئے گئے

قرآن کریم نے ان علوم کا ذکر کیا ہے جو آپ کو نہ دیئے گئے تھے۔ وہ علوم جو آپ کو نہ دیئے گئے دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جو آنحضرتؐ کی شان کے لائق نہ تھے۔ دوسرے وہ جن کا تحمل آپ کے لیے گراں تھا اور وہ نبوت کے مبادی اور احکام میں سے بھی نہ تھے۔ پہلی قسم میں علم شعر آتا ہے اور پہلے پیغمبروں کی تفصیل وار کہانیاں بھی اسی قبیل سے ہیں۔ اور دوسری قسم میں وقت قیامت کا علم ہے یہ اللہ رب العزت نے خاص اپنے پاس رکھا ہے یہ زمین و آسمان پر بھاری ہے۔

① آنحضرتؐ کو علم شعر نہیں دیا گیا

قرآن کریم میں ہے:۔

وما علّمناہ الشعر وما ینبغی لہ ان ھو الا ذکر وقرآن مبین۔

(پ ۲۳ یٰسین آیت ۶۹)

ترجمہ۔ اور ہم نے آپ کو شعر کا علم نہیں دیا اور نہ یہ آپ کی شان کے لائق ہے وہ تو ایک نصیحت اور روشن کتاب ہے۔

علم الٰہی میں طے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور پیرو مھتدون ہوں گے۔ غاوُون نہ ہوں گے۔ آپ کو علم شعر اس لیے نہ دیا گیا کہ شعر و شاعری کرنے والوں کو غاوون کے سوا کوئی پیرو نہیں ملتے۔ کوئی خوش قسمت ہوں گے جو غوایت سے بچے ہوں گے۔ حضورؐ کے صحابہؓ کو خدا مھتدون رکھنا چاہتا تھا۔ شاعروں کو پیرو کیسے ملتے ہیں۔ اس میں عام قاعدہ وہی ہے۔ قرآن کریم میں دیکھئے:۔

والشعراء یتبعھم الغاوون۔ الم تر انھم فی کل واد یھیمون۔ وانھم یقولون مالا یفعلون۔ الا الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات۔ (پ ۱۹ الشعراء ع ۱۱)

ترجمہ۔ اور شاعروں کے پیچھے تو بہکے لوگ ہی لگتے ہیں۔ کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جس پر خود عمل نہیں کرتے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شہادت :۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضورؐ کے سامنے اپنا عقیدہ ان الفاظ میں پیش کیا۔

اشهد انك رسول الله ما علمك الشعر وما ينبغي لك [1]

ترجمہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اس نے آپ کو علم شعر نہیں دیا اور نہ یہ آپ کی شان کے لائق ہے۔

آنحضرتؐ کو شعر سے اس قدر دوری تھی کہ اسے کبھی برداشت نہ کرتے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر پر جا رہے تھے عرج آیا تو وہاں کوئی شاعر تھا اس نے شعر پڑھے۔ حضورؐ نے فرمایا پکڑو اس شیطان کو۔ صحیح مسلم میں ہے :۔

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم خذوا الشيطان لان يمتلئ جوف رجل قيحاً خير له من ان يمتلئ شعراً [2]

ترجمہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پکڑو اس شیطان کو۔ کسی شخص کے پیٹ میں پیپ بھری رہے یہ بہتر ہے اس سے کہ اس میں شعر سمائے ہوں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر یہ آیت پڑھی :۔

الشعراء يتبعهم الغاوون ۔ شاعروں کی پیروی بہکے لوگ ہی کرتے ہیں [3]

حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں :۔

ولهذا ورد انه صلى الله عليه وسلم كان لا يحفظ بيتاً على وزن منتظم بل ان انشده زحفه او لغير تمه [4]

---

[1] تفسیر ابن کثیر جلد ۵ ص ۔ الدر المنثور جلد ۵ ص ۔ [2] صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۴۱ [3] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۰۹
[4] تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۵۷۸

ترجمہ. حدیث میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی شعر اس کے وزن منتظم پر یاد نہ رکھتے تھے. بلکہ اگر پڑھتے تو زحاف کرتے یا پورا نہ پڑھتے تھے.

مولانا احمد رضا خاں کی شہادت :-

بلکہ شعر گوئی حضور کو عطا نہ ہوا اور اس پر بھی اللہ رب العزت نے دفع وہم فرمایا کہ یہ کوئی خوبی نہ تھی جو ہم نے ان کو نہ دی[1]

نظریہ ضرورت کے تحت شعر کہنے کی اجازت

نظریہ ضرورت کے تحت آپؐ نے حضرت حسانؓ کو شعر کہنے کا کہا. مگر آپ نے خود شعر نہ کہا نہ کبھی آپ کی زبان پر آیا. بطور رجز کوئی موزوں کلام آپ کی زبان پر جاری ہو گیا تو محققین اسے شعر نہیں کہتے.

② آنحضرت کو بعض داستانیں نہ بتلائی گئیں

عربوں کو پرانے واقعات اور داستانیں یاد رکھنے اور سنانے کا بڑا ملکہ حاصل تھا نسب نامے وہ بڑی ترتیب سے پڑھتے تھے. آنحضرتؐ داستان گوئی سے طبعاً دور تھے پچھلے انبیاء میں سے صرف کچھ ناموں کا آپ کو پتہ دیا گیا اور ان کے واقعات بھی صرف اسی قدر آپ کو بتائے گئے جو منصب نبوت کے مبادی اور لواحق سے کسی پہلو سے متعلق ہوں تفصیلاً ان کی کہانیاں پہ آپ پر مکمل نہ کی گئیں. یہ داستان گوئی آپ کی رفعت شان کے خلاف تھی :-

ولقد ارسلنا رسلاً من قبلك منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك. (پ۲۴ المومن آیت ۷۷، ع ۸)

ترجمہ. اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے کتنے رسول بھیجے ان میں ہیں وہ جن کا

---

[1] ملفوظات حصہ دوم ص۵۷

حال ہم نے آپ سے ذکر کیا اور وہ بھی جن کا حال ہم نے آپ کو نہیں بتلایا۔
یہ آیت مکی ہے۔ آپ جب مدینہ آئے تو پھر یہی بات کہی گئی :۔

ورسلاً قد قصصناهم عليك من قبل ورسلاً لم نقصصهم عليك .

(پ۶ النساء آیت ۱۶۴ ع ۲۳)

ترجمہ۔ اور رسول جن کا ذکر ہم پہلے آپ سے کر چکے ہیں اور ان رسولوں کو جن کا ذکر ہم نے تجھ سے نہیں کیا۔

آپ کو اجمالاً یہ تو بتایا گیا کہ کل انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب ہوئے ہیں۔ لیکن ضروری نہیں کہ ان سب کے نام آپ کو یاد ہوں۔ جن کے نام قرآن کریم میں آئے ہیں ان کے واقعات بھی پوری تفصیل سے آپ پر نہیں کھولے گئے ـــــ ایسا کیوں؟ ـــــ یہ اس لیے ان داستانوں اور قصوں کی تفصیل منصب نبوت کے نہ مبادی میں سے ہے نہ لواحق میں سے ـــــ اور انبیاء کرام کو وہی علوم دیئے جاتے ہیں جو منصب نبوت کے لائق ہوں۔ دوسرے دنیوی علوم میں تو پیغمبر بھی عام انسانوں کی طرح رہتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ ان باتوں کو کوئی غیر پیغمبر کسی پیغمبر سے زیادہ جان لے

تبع اور ذوالقرنین کے نام قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ مگر یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ نبی اور رسول تھے یا کچھ اور تھے ـــــ ایسا کیوں؟ یہ اس لیے کہ وقائع ماضیہ کو اس تفصیل سے جاننا منصب نبوۃ سے متعلق نہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا۔

ما ادری تبع نبیاً کان ام لا وما ادری ذوالقرنین نبیاً کان ام لا۔[1]

ترجمہ۔ میں نہیں جانتا کہ تبع نبی تھے یا نہیں اور میں نہیں جانتا کہ ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں۔

عقائد کی درسی کتاب شرح عقائد نسفی میں ہے :۔

ظاهر الكتاب وهو ان بعض الانبياء لم يذكر للنبي عليه الصلوٰة والسلام[2]

---

[1] مستدرک جلد ۱ صـ۳۶ [2] شرح عقائد صـ۱۰۲

ترجمہ۔ قرآن کریم میں نمایاں طور پر ہے کہ بعض انبیاء کرام کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں کیا گیا۔

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ (۱۲۳۰ھ) لکھتے ہیں:۔

یعنی تھوڑے پیغمبروں کا احوال کہا اور بعضوں کا نام ہی کہا اور قصہ نہ کہا اور بعضوں کا احوال اور نام کچھ ذکر نہیں کیا گیا۔[1]

علامہ محمد علی الصابونی لکھتے ہیں:۔

ومنهم من لم نخبرك عن قصصهم واخبارهم[2]

ترجمہ۔ اور ان انبیاء میں ایسے بھی ہیں جن کے واقعات اور حالات ہم نے تم کو نہیں بتائے علم غیب تو ایک طرف رہا یہاں بعض اخبار غیبیہ کی بھی نفی کی ہے کہ وہ خبریں آپ کو نہیں پہنچیں۔

③ امورِ ملأ اعلیٰ اور علمِ قضاء وقدر

ما كان لي من علم بالملأ الاعلى اذ يختصمون۔ (پ۲۳ ص آیت ۶۹ ع ۵)

ترجمہ۔ آپ کہہ دیں مجھے اُوپر کی مجلس کی کوئی خبر نہیں جب وہ آپس میں تکرار کرتے ہیں مجھ کو تو یہی حکم دیا گیا ہے اور کچھ نہیں کہ میں تو ڈرانے والا ہوں۔

ملأ اعلیٰ (اوپر کی مجلس) ملائکہ مقربین وغیرہم کی مجلس ہے جن کے توسط سے تدابیر الٰہیہ اور تصرفات کونیہ ظہور پذیر ہوتی ہیں یعنی ملأ اعلیٰ میں نظام عالم کے فنا وبقا کے متعلق جو تدبیریں اور بحثیں اور قیل وقال ہوتی ہے مجھے اس کی کیا خبر تھی جو تم سے بیان کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے جن اجزاء پر مطلع فرما دیا وہ بیان کر دیئے۔ جو کچھ کہتا ہوں اسی کی وحی واعلام سے کہتا ہوں مجھ کو یہی حکم ملا ہے کہ سب کو اس آئینۂ خوفناک

---

[1] موضح القرآن ص۴۹۸ [2] صفوۃ التفاسیر جلد ۲ ص۱۱۰ جلد ۱ ص۳۲۲

مستقبل سے خوب کھول کھول کر آگاہ کر دوں۔ رہا یہ کہ وہ وقت کب آئے گا اور قیامت کب قائم ہوگی نہ انذار کے لیے اس کی ضرورت ہے نہ اس کی اطلاع کسی کو دی گئی۔[1]

علم روح اور عالم امر

انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین فیہا یفرق کل امر حکیم۔

(پ۲۵ الدخان آیت ۳)

ترجمہ بے شک ہم نے اسے ایک برکت والی رات میں اُتارا ہے جس میں محکم فیصلے بانٹ دیئے جاتے ہیں۔

یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ (پ۱۵ بنی اسرائیل آیت ۸۵ ع ۱۰)

ترجمہ۔ آپ سے پوچھتے ہیں روح کے بارے میں۔ آپ ان سے کہہ دیں روح عالم امر کی چیز ہے اور تم بہت کم علم دیئے گئے ہو۔

ینزل الملئکۃ بالروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ (پ۱۴ النحل ع ۱)

ترجمہ۔ وہ فرشتوں کو روح کے ساتھ اپنے امر سے اُتارتا ہے ان بندوں پر جن پر وہ چاہے۔

الا لہ الخلق والامر فتبارک اللہ احسن الخالقین (پ۸ الاعراف ع ۷)

ترجمہ۔ جان لو! خلق اور امر دونوں خدا کے حکم میں ہیں برکت والا ہے وہ جو بہترین خلقت دینے والا ہے۔

قضاء و قدر کے حکیمانہ اور اٹل فیصلے اس مبارک رات میں فرشتوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں جو شعبہ ہائے تکوینیات میں کام کرنے والے ہیں۔ انہیں صرف

---

[1] تفسیر عثمانی ص ۵۹۳

ایک سال کے احکام ملتے ہیں۔ اس سے پہلے انہیں کوئی علم نہیں ہوتا کہ آئندہ سال کے لیے قضا و قدر کیا ہے ـــــ روح کیا ہے جوہر ہے یا عرض۔ مادی ہے یا مجرد بسیط ہے یا مرکب۔ اس قسم کے غامض اور بے ضرورت مسائل کے سمجھنے پر نہ نجات موقوف ہے نہ یہ بحثیں۔ انبیاء کے فرائض تبلیغ سے تعلق رکھتی ہیں۔ بڑے بڑے حکماء اور فلاسفر آج تک خود مادہ کی حقیقت پر مطلع نہ ہو سکے۔ روح مادہ سے کہیں زیادہ لطیف و خفی ہے اس کی اصل ماہیت اور کنہ تک پہنچنے کی پھر کیا امید کی جا سکتی ہے[1] (قالہ العلامۃ العثمانی) یہ چیزیں اپنی جگہ حقائق ہیں لیکن یہ منصب نبوت کے نہ مبادی سے متعلق ہیں نہ لواحق سے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی حکمت کے پردے ڈال رکھے ہیں۔ اگر کسی کے لیے کوئی پردے اُٹھے بھی تو یہ ایک جھلک اور بجلی کی چمک ہے جسے کسی درجے میں علم قطعی نہیں کہا جا سکتا۔

اسلام کے ائمہ کبار نے ان تمام حقائق و غوامض کو اللہ رب العزت کے اسرار کہا ہے جن پر وہ کسی فرشتے اور پیغمبر کو مطلع نہیں کرتا رہا۔ کبھی کبھار کسی کے لیے ان سے کوئی پردہ اُٹھتا تو اس سے علم و ادراک کی کوئی راہ نہیں نکلتی۔

امام طحاوی (۳۲۱ھ)

واصل القدر سر اللہ فی خلقہ لم یطلع علیٰ ذٰلک ملک مقرب ولا نبی مرسل۔[2]

ترجمہ۔ قضا و قدر مخلوق کے بارے میں وہ راز الٰہی ہے جس پر اس نے کسی مقرب فرشتے اور کسی نبی مرسل کو اطلاع نہیں دی۔

امام نووی (۶۷۶ھ)

وقد طوی ـــ اللہ تعالیٰ علم القدر عن العالم فلم یعلمہ نبی مرسل ولا ملک مقرب۔[3]

---

[1] فوائد القرآن ص۴۶۲ [2] عقیدہ طحاویہ ص۴ [3] شرح مسلم جلد ۱ ص۳۲۴

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے قضاء وقدر کے فیصلے پوری دُنیا سے مخفی رکھے ہیں کسی نبی مرسل اور کسی مقرب فرشتے نے انہیں نہیں جانا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) حضرت جنید بغدادی (۲۹۸ھ) سے نقل کرتے ہیں :۔

الروح استاثر اللہ بعلمہ فلم یطلع علیہ احدا من خلقہ [1]

ترجمہ۔ علم روح اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ہی رکھا ہے اس پر اس نے اپنی مخلوقات میں سے کسی کو مطلع نہیں کیا۔

شیخ قاسم بن قطلوبغا (۸۷۹ھ) حضرت عبداللہ بن بریدہ ( ) سے نقل کرتے ہیں۔

ان اللہ لم یطلع علی الروح ملکا مقربا ولا نبیا مرسلا [2]

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے روح کی حقیقت کسی پر مطلع نہیں کی نہ کسی فرشتے اور نہ کسی نبی مرسل کو۔

ضابطہ یہی ہے کہ قضاء قدر اور روح وامر کے جملہ مظاہر بڑے بڑے فرشتے اور نبی مرسل سے پردہ میں ہیں لیکن ان غیوب سے کبھی پردہ اٹھتا بھی ہے اور وہ بجلی کی سی ایک چمک ہے جس میں دیکھا تو جا سکتا ہے لیکن اس میں مرئیات کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ اس سے جو کچھ معلوم ہوگا وہ ظنی درجے میں ہوگا۔ اور یہ چمک اور جھلک کرامات میں سے ہوتی ہے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی (۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں :۔

قد ینکشف علی بعض الاولیاء فی بعض الاحیان اللوح المحفوظ فینظرون فیہ القضاء المبرم والمعلق وقد یکون بمطالعۃ عالم المثال فی المنام او المعاملۃ [3]

ترجمہ۔ بعض اوقات بعض اولیاء اللہ پر لوح محفوظ کھل جاتی ہے اور وہ اس میں قضاء قدر مبرم پر یا معلق اسے دیکھ پاتے ہیں۔ اور کبھی خواب میں عالم مثال کے

---

[1] فتح الباری جلد ۸ صـ ۲۰۶ [2] شرح مسایرہ جلد ۲ صـ ۱۰۸ [3] تفسیر مظہری جلد ۱ صـ ۲۹

مطالعہ سے انہیں اس پر اطلاع مل جاتی ہے اور بات کھل جاتی ہے۔

ان صورتوں میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ ظنی درجے میں ہوتا ہے اور ان معلومات اور چمک دمک میں کوئی چیز ایسی نہیں ہوتی جس کا تعلق نبوت کی ذمہ داریوں سے ہو۔ اس لیے یہ پردے زیادہ اولیاء کے لیے اُٹھتے ہیں اور ان کا حاصل علم ظنی سے آگے نہیں بڑھتا۔ ان تک رسائی نوری علم سے بھی ہوتی ہے اور کالے علم سے بھی ـــــ یہ صرف علم نبوت کی شان ہے کہ وہ قطعی بھی ہوتا ہے اور اس سے کئی شاخیں آگے پھوٹتی ہیں۔ اولیاء کے لیے یہ پردے مشقت اور جہد سے اٹھتے ہیں۔

اما بالجوع والریاضة ومخالفة النفس فحینئذ تنکشف الحجب عن بعض المغیبات فی بعض الاحیان او عن الصور المثالیة فیری ذلک عیانا فهو من العلم بالشهادة ولیس من الغیب فی شیء [1]

ترجمہ۔ بھوک ریاضت اور مخالفت نفس سے ان پر بعض اوقات بعض غیبی امور کے پردے اٹھ جاتے ہیں یا مثالی صورتیں ان کے سامنے کھلتی ہیں سو اس صورت میں وہ انہیں کھلا دیکھتے ہیں اور کسی چیز کو سامنے سے دیکھتا ہے اور اس میں غیب کی بات نہیں پائی جاتی۔

کالے علم سے یہ پردے کیسے اٹھتے ہیں؟ اس کے لیے مؤرخ اسلام علامہ ابن خلدون المغربی (۸۰۸ھ) کی شہادت لیں۔

ونفوس الکهنة لها خاصیة الاطلاع علی المغیبات بقوی شیطانیة [2]

ترجمہ۔ اور کاہن لوگوں کو ان شیطانی قوتوں سے بعض غیبی امور پر اطلاع ہو جاتی ہے۔

ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کے دل پر اس کی جھلک اُتارے تو یہ غیب اضافی ہو جاتا ہے۔ اس وقت اسے اطلاع علی المغیبات تو کہہ سکتے ہیں علم غیب نہیں۔

---

[1] تفسیر مظہری جلد ۱ ص ۱۴۱ [2] مقدمہ ابن خلدون ص ۴۹۷

خرج بذلك عن الغيب المطلق وصار غيبًا اضافيًا وذلك اذا تنورت الروح القدسية وازداد نورانيتها واشراقها ..... ويطلع على المغيبات[1]

ترجمہ۔ یہ صورت اب غیب مطلق سے نکل گئی اب یہ غیب اضافی ہے جب روح قدسیہ چمک اٹھے اور اس کی نورانیت اور اشراق بڑھے تو اس حال میں وہ بعض امور غیبیہ پر اطلاع پا لیتے ہیں۔

ریاضت اور عبادت میں فرق

آفاقی غیوب پر اطلاع پانے کے لیے لوح قلب کا تصفیہ اور دل کا طبیعت کے رنگ سے تجلیہ کیا جاتا ہے۔ یہ حالات یکسوئی اختیار کرنے اور ریاضت سے میسر آتے ہیں۔ انبیاء کرام ان اغراض سے بہت بالا ہوتے ہیں۔ ان کے علوم منصب نبوت کے مبادی اور لواحق سے آگے چلتے ہیں عبادت میں اللہ کی رضا اور اس کے قرب کے سوا ان کی کوئی اور منزل نہیں ہوتی۔ ریاضت کچھ ان اغراض کے لیے بھی ہوتی ہے۔ جن کے لیے مسلمان درویش اور ہندو جوگی یکساں یکسوئی اختیار کرتے ہیں۔ چلّے کاٹتے ہیں اور مخالفت نفس کی آزمائش سے گزرتے ہیں ـــ انبیاء کرام کی طرف ان اغراض کا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ نہ نبوت کے سائے میں یہ کھیل کھیلے جا سکتے ہیں علامہ محمود آلوسیؒ لکھتے ہیں :۔

وكذا يقال في علم بعض المرتاضين من المسلمين والكفرة الجوكية فان كل ما يحصل لهم من ذلك فانما هو بطريق الفيض ومراتبه واحواله لا تحصى والتامل له قد يكون فطريا وقد يكون كسبيًا وطرق اكتسابه متشعبة لا تكاد تستقصى[2]

ترجمہ۔ اور ایسا ہی بعض ریاضت (مشق) کرنے والے مسلمانوں اور ہندو جوگیوں کا معاملہ ہے انہیں غیبی امور پر جو اطلاع ملتی ہے وہ توجہ باندھنے کے طریق

---

[1] مرقات جلد ۱ ص ۵۴ [2] روح المعانی جلد ۲ ص ۱۱

سے ہوتا ہے اور اس کے احوال اور مراتب بے شمار ہیں۔ اس کے لیے اہلیت کبھی فطری (پیدائشی) ہوتی ہے اور اکتساب کے آگے کئی شاخیں ہیں قریب ہے کہ وہ شمار نہ کی جا سکیں۔

یہ صحیح ہے کہ اس غیب اضافی پر اطلاع پانے کے لیے ریاضت اور چلوں کی ایک راہ ہے لیکن یہ بات کسی وقت بھی نہ بدلنی چاہیئے کہ وحی کے بغیر جو غیب کے پردے ہیں۔ ان سے کوئی قطعی بات حاصل نہیں ہوتی۔ نہ اس میں تقرب الٰہی کا کوئی دخل ہوتا ہے۔ یہ ایک مشق اور ریاضت ہے جو بھی کرے خدا تعالیٰ نے اس کے دروازے ہر کسی پر بند نہیں کیئے۔ وہ چلہ نشین درویش ہو یا ہندو جوگی یا راہب پادری یا کوئی شعبدہ باز متصوف۔ جسے لوگ صوفی کے نام سے جانتے ہوں ـــــ وحی کے بغیر جو غیب کی باتیں کسی پر کھلیں ان سے کوئی نظام مرتب نہیں ہوتا۔ نہ ان میں سے کسی کو کمال کی راہ ملتی ہے۔ یہ علم لدنی خدا کے حضور کوئی درجہ نہیں رکھتا ـــــ لیکن اللہ تعالیٰ نے جن علوم سے حضرت خاتم النبیین کو نوازا۔ انہیں اپنا فضل فرمایا اور اس کی شان بہت اونچی ہے ـــــ یہاں ما کے عموم میں طلسمات سحر اور شعبدہ بازی کو داخل کرنا بہت بڑی زیادتی ہے۔

وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيمًا۔ (پ۵ النساء آیت ۱۱۳)

ترجمہ۔ اور تجھے وہ کچھ سکھایا جو آپ پہلے نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل بہت عظیم رہا۔

سو انبیاء کرام کبھی قضا و قدر کی تختیاں نہیں پڑھتے نہ روح و امر کے جلووں میں الجھتے ہیں۔ روح کی بات وہ یہ کہہ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ الروح من امر ربی اور عالم امر کا اتنا پتہ دینا کافی سمجھتے ہیں۔ الا لہ الخلق والامر۔

قضا و قدر پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں۔ ان سے لامیں دالقضاء الا اللہ عا کا سبق بھی ملتا ہے ـــــ اطلاع علی الغیب اور اضافی غیب جاننے کو وہ علم غیب نہیں سمجھتے ان کا ہر دفعہ یہی اعلان ہوتا ہے کہ علم غیب صرف اللہ رب العزت کے پاس ہے۔

قل لا یعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایان یبعثون۔ (پ النمل ۶۵)

اللہ رب العزت نے چلہ نشین جوگیوں اور راہب پادریوں کے ان روحی کھیلوں اور ریاضت کے مختلف جلووں سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے بالا اور پاک رکھا کہ یہ علوم حضرت کی شان کے ہرگز لائق نہ تھے۔ قضا و قدر کے بارے میں عقیدہ اسلام وہی ہے جو ہم حضرت امام طحاویؒ کے حوالے پہلے لکھ آئے ہیں۔